فقرِ غیور

محمد اشفاق چغتائی

Marfat.com
Marfat.com

فقرِ غیور

محمد اشفاق چغتائی

نستعلیق مطبوعات

F-3 فیروز سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

0300-4489310

E-mail: nastalique@yahoo.com

Marfat.com
Marfat.com

نَ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ○

القرآن

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

اشفاق فاؤنڈیشن انٹرنیشنل

مصنف: محمد اشفاق چغتائی

اہتمام : اسد مصطفیٰ

ناشر: حسن محمود

سرورق: منصور آفاق

کمپوزنگ: آصف حمید

ڈیزائننگ: محمد رؤف

مطبع: امجد پرنٹنگ پریس

اشاعت: نومبر 2007

تعداد: 500

قیمت: 200 روپے

بیرون ملک: 15 امریکی ڈالر

نستعلیق مطبوعات

F-3 فیروز سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

0300-4489310

E-mail: nastalique@yahoo.com

Marfat.com
Marfat.com

انتساب

قاری کے نام

نہ از ساقی نہ از پیمانہ گفتم
حدیثِ عشق بے باکانہ گفتم
شنیدم آنچہ از پاکانِ امت
ترا با شوخیٔ رندانہ گفتم

Marfat.com
Marfat.com

دنیا اگر دہند نہ جنبم زجائے خویش!
من بستہ ام حنائے محبت بپائے خویش

(بوعلی قلندر شرف)

Marfat.com
Marfat.com

فہرست

	عنوانات		صفحہ
	دیباچہ	ڈاکٹر سلیم اختر	7
باب اول	تردماغوں اور بیداردلوں کے نام		13
	فقر		19
	اسرارخودی		27
باب دوم	مراحل تربیت خودی		63
	ضبط نفس		68
	فقر و جہاد لازم وملزوم ہیں		76
باب سوم	تکمیل خودی		79
	مقام فقر، نیابت الٰہی		81
	طالب ومطلوب		84
	فقر توحید کا مترادف ہے		92
باب چہارم	عشق		99
	فقر و رہبانی		108
	فقر کی بے نیازیاں		125

Marfat.com

Marfat.com

غیرتِ فقر	136
دلنوازی ہائے فقر	138
صاحب فقر	141
صاحب فقر، صاحب جنوں	148
صاحب فقر متوکل علی اللہ ہوتا ہے	157
صاحب فقر پیکر تسلیم و رضا ہوتا ہے	159
فقر و شاہینی	163
اقبال اور مرد فقیر	168
فقر و تصوف	174
اصل تصوف	176
تصوف کے لوازمات	177

Marfat.com
Marfat.com

دیباچہ

جب محمد اشفاق چغتائی کی ''فقر غیور'' کا مطالعہ کیا تو اولین احساس یہ تھا

ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

ہم تو سمجھتے تھے کہ مذہب کے نام پر حاصل کئے گئے ملک میں اور سب کچھ مل سکتا ہے لیکن مذہب اور اس کی حقیقی روح نہ ملے لیکن ''فقر غیور'' نے ثابت کر دیا کہ — ابھی کچھ لوگ باقی ہیں جہاں میں!

''فقر'' کے دو معانی ہیں ایک حقیقی اور درست یعنی اللہ جس حال میں رکھے اس میں اس کا شکر بجا لانا اور طمع سے دور رہنا جبکہ دوسرے غلط مگر مقبول معنی فقیری گداگری اور ہاتھ پھیلانے کے ہیں۔ فقر کا حامل فقیر جب اپنے اعلیٰ منصب سے گرا تو کشکول بدست نظر آیا۔

حضرت داتا گنج بخش نے ''کشف المحجوب'' میں فرمایا

''خدا نے نعمت پر شکر کرنے کا حکم دیا اور شکر نعمت کو زیادتی نعمت کا سبب قرار دیا ہے پھر فقر پر صبر کا حکم دیا اور صبر کو زیادتی قرب کا ذریعہ گردانا ہے۔''

یہ ہے کردار و عمل کا وہ آئیڈیل جس سے روگردانی کی تو ذلت مقدر قرار پائی اور بقول محمد اشفاق چغتائی

''آج ہماری زندگی تمام تر اس قدر ارزاں اور بے مصرف ہو چکی ہے کہ اس حیات بے شرف پر زندگی کی تہمت بھی ناحق معلوم ہوتی ہے۔ قحط الرجال کا یہ عالم کہ ہم انسان کہلاتے ہوئے بھی انسانیت کے مفہوم سے عاری ہیں۔ از روئے تحقیق انسان انس یا نسیان سے مشتق ہے۔ دونوں میں تطبیق اس طرح کی جاتی ہے کہ انسان وہ ہے جو محبت (خود فراموشی، از خود رفتگی) کے مقام پر فائز ہو اس کے برعکس آج انسانوں میں نفرتیں اور عداوتیں عام ہیں اور خود غرضیوں کا دور دورہ ہے۔ لالچ، بغض، عناد، نفرت، شقاوت، ظلم انسان کا طرۂ امتیاز ہے اور

آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا''

دل دردمند سے نکلی یہ تحریر معاصر پاکستان کا منظر نامہ ہے کہ اب تو عالم یہ ہے

ہے موجزن اک قلزم خوں کاش یہی ہو
آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے

ترک دنیا، ترک لذات، ضبط نفس، غنی، تسلیم، رضا، مرشد، تصور شیخ، تزکیۂ نفس، خودی، ذلت نفس، توکل، سخاوت کی مانند فقر بھی تصوف کی معروف اصطلاحات میں سے ہے۔ ''اصطلاح'' کہہ کر ان الفاظ کا مفہوم محدود کر دیا جاتا ہے۔ دراصل تصوف کردار و عمل کا رویہ، شعور زیست کا قرینہ اور شعار زیست کا انداز ہے۔ اس لیے صوفی صاحب کردار ہوتا ہے اگر وہ بے عمل ہے تو پھر وہ اچھا دکاندار تو ہو سکتا ہے سچا صوفی نہیں۔ تعویذ فروشی اس دکانداری کا ٹریڈ مارک ہے جبکہ محمد اشفاق چغتائی کے بقول

''تصوف عین اسلام، روح اسلام ہے، تصوف اسلام کا حسن و جمال ہے، تصوف اسلام کا کمال

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔''

چغتائی صاحب اسی ضمن میں مزید رقم طراز ہیں:

''تصوف الا للّٰہ الدین الخالص (یادرکھواللہ کے لیے ہے دین خالص) کی تصدیق ہے۔ تصوف الیٰ ربک کدحا فملقیہ (الاشقاق ع) اپنے رب کی طرف خوب محنت کرپس تو ملنے والا ہے اس کے ساتھ) کی تفسیر ہے۔ تصوف و تبتل الیہ تبتیلا (المزمل) (اور ہر طرف سے منقطع ہوکر اس کی طرف ہوجا) کی تعمیل ہے۔

اور الیٰ ربک منتھھا (النازعات) (تیرے رب کی طرف ہے اس کی انتہا) کے مطابق رب تک پہنچنے کی راہ ہے۔ فقر راہ تصوف ہی کی آخری منزل ہے۔''

حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں: جو شخص خدا کے ساتھ دل صاف رکھے وہ صوفی ہے

صاف شو باحق نہان و آشکار

صوفیانہ صاف را ایں است کار

مذہب کا ایک پہلو جس سے عوام الناس زیادہ مانوس ہوتے ہیں- Rituals (رسوم' رواجات) روایات مُسلمات اور ممنوعات (Taboos) سے عبارت ہے۔ کسی بھی مذہب کے پیروکاران ہی کے سہارے نہ صرف زندگی بسر کرتے ہیں بلکہ یہی اقدار و معیار کے پیمانے بھی قرار پاتے ہیں۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ عوام کی اکثریت کو ان کا علمی شعور بھی نہیں ہوتا بس روایتی یا پھر عادتاً ان پر عمل پیرا رہتے ہیں۔

روایات و مُسلمات اور ممنوعات سے ماورا مابعد الطبیعاتی نظام فکر ہوتا ہے جو کسی بھی مذہب کے لیے اخلاقی تصورات کی استواری کا باعث بنتا ہے۔ خالق' روح' موت اور حیات بعد ممات وغیرہ کے بارے میں ہر مذہب میں جو تصورات مروج ہوتے ہیں وہ دراصل اس کے مابعد الطبیعاتی نظام فکر سے مشروط ہوتے ہیں۔

جہاں تک تصوف کا تعلق ہے تو اگرچہ اس میں مابعد الطبیعاتی افکار اور ان سے وابستہ اخلاقیات شامل ہوتی ہے لیکن خود تصوف ان سے ماورا اور مُنزّہ ہوتا ہے۔ کہ صوفی کا تصور حقیقت ابدی سے ہم کنار ہوتا ہے۔ اسی لیے اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب جیسے یہودیت' عیسائیت اور ہندومت میں بھی (اپنی مخصوص صورت میں) تصوف ملتا ہے' عیسائیوں اور ہندوؤں میں تو ترک دنیا پر اتنا زور دیا گیا کہ راہبانیت نے خصوصی اہمیت اختیار کر لی جبکہ مسلم صوفیاء نے رہبانیت نہ اپنائی ان کا طرز عمل اس مصرع کے عین مطابق تھا:

بازار سے گزرا ہوں خریدار نہیں ہوں

تصوف کتابی یا اکتسابی علم نہیں بلکہ یہ شعور زیست کا ایک انداز اور شعار زیست کا اسلوب ہے۔ تصوف کردار و اعمال سے مشروط ہے۔ گر یہ نہیں تو بابا باقی کہانیاں ہیں!

علامہ اقبال کے مرد مومن کی مانند حقیقی صوفی میں بھی آفاق گم ہوتے ہیں۔ صوفی دنیا کی گندگی میں رہتے ہوئے خود کو اس کی آلائشوں سے پاک رکھتا ہے۔ جیسے گدلے پانی میں کنول کا صاف ستھرا پھول سرفراز نظر آتا ہے۔ روحانیت کی مشکل منزل کی دشوار راہوں میں فقر بے حد مددگار ثابت ہوتا ہے اور یہی صراط مستقیم سے سالک کے قدم اکھڑنے نہیں دیتا۔ واضح رہے کہ فقر بھی کردار و عمل سے مشروط ہے۔ بے عمل فقر کے راستہ پر نہیں چل سکتا۔ اس کی طبیعت کا لالچ' طمع اور خود غرضی فقر کی راہ کے

Marfat.com
Marfat.com

سنگِ گراں ثابت ہوتے ہیں۔ ریاضت کے آغاز میں شاید فقر گراں بار محسوس ہوتا ہو لیکن ایک مرتبہ فقر و شعارِ زیست بنا لیا تو یہ فقر کی قوت ہر بوجھ کو ہلکا کر کے صراطِ مستقیم پر قدموں کو اکھڑنے نہ دے گی۔

ترکِ دنیا ترکِ لذت سے مشروط نہ ہو مگر فقر کی آخری منزل یقیناً ہے کہ یہی "فقرِ غیور" ہے۔ اگرچہ محمد اشفاق چغتائی نے تصوف پر بھی لکھا لیکن بنیادی طور پر یہ کتاب صرف تصوف کے ایک پہلو یعنی فقر واضح کرتی ہے۔ اس ضمن میں صاحبِ کتاب نے خاصی ژرف نگاہی سے کام لیا ہے۔ یہ مختصر دیباچہ تفصیلات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ تاہم کتاب کے ابواب اور ان کی ضمنی سرخیوں سے کتاب کے دائرہ کار کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ باب اول "فقر اور خودی"۔ باب دوم "مراحل تربیت خودی" ضبطِ نفس، فقر و جہاد لازم و ملزوم ہیں۔ باب سوم "تکمیلِ خودی" مقامِ فقر، نیابتِ الٰہی، طالب و مطلوب، فقر توحید کا مترادف ہے۔ باب چہارم "عشق، فقر و رہبانی"، فقر کی بے نیازیاں، غیرتِ فقر، دلنوازی ہائے فقر، صاحبِ فقر، صاحبِ فقر صاحبِ جنوں، صاحبِ فقر متوکل علی اللہ ہوتا ہے، صاحبِ فقر پیکرِ تسلیم و رضا ہوتا ہے، فقر و شاہین، اقبال اور مردِ فقیر، فقر، تصوف، اصل تصوف، تصوف کے واردات۔

ابواب اور ذیلی عنوانات پر ایک نظر ڈالنے سے ہی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ صاحبِ کتاب نے فقر سے وابستہ شاید ہی کسی پہلو سے صرفِ نظر کیا ہو۔

محمد اشفاق چغتائی "فقر" کی تشریح کے ضمن میں رقمطراز ہیں:

> "عرفِ عام میں فقر، افلاس، تنگدستی، مفلسی کی حالت کو کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی احتیاج کے ہیں۔ وہ لوگ جن پر اضطراری حالت فقر طاری ہو یعنی وہ کچھ حاصل نہ ہونے اور کچھ حاصل نہ کر سکنے کے سبب مفلس و نادار ہوں فقیر کہلاتے ہیں۔ ایسے فقر کو فقرِ اضطراری کہتے ہیں۔ اقبال نے اسے بے دولتی اور رنجوری کا نام دیا ہے:
>
> میں ایسے فقر سے اے اہلِ حلقہ باز آیا
> تمہارا فقر ہے بے دولتی و رنجوری
>
> کچھ بندگانِ حق سب کچھ دسترس میں ہونے کے باوجود دنیا اور اس کی ہر شے سے بے نیاز ہوتے ہیں اور فقر اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کا فقر "فقرِ اختیاری" کہلاتا ہے۔ فقرِ اضطراری اور فقرِ اختیاری میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ فقرِ اضطراری خودی کی موت کا باعث بنتا ہے جب کہ فقرِ اختیاری پیدا ہی استحکامِ خودی سے ہوتا ہے۔ فقرِ اضطراری کے ہاتھوں نخچیر ہو کر انسان ذلیل و خوار ہوتا ہے مگر فقرِ اختیاری انسان کو وہ قوت و شوکت عطا کرتا ہے کہ فرشتے اور حور اس کے صید زبوں ہوتے ہیں۔ میرا موضوع فقرِ اختیاری ہے جسے آقائے دو عالم حضور سرورِ عالم نے اپنے لیے باعثِ فخر قرار دیا ہے۔"

محمد اشفاق نے فقر کی جس اسلوب میں توضیح کی اس سے اختلاف کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ اس ضمن میں ان کے استدلال کی اساس تین امور پر استوار ہے (۱) قرآن مجید (۲) احادیثِ نبوی (۳) علامہ اقبال کے افکار۔

جہاں تک علامہ اقبال کے افکار کا تعلق ہے تو وہ بھی قرآن مجید سے روشنی اور حضرت محمدؐ کی حیات و اقوال سے بصیرت اخذ کرتے ہیں۔ "فقرِ غیور" کے مطالعہ سے یہ احساس تواتر سے ہوتا رہتا ہے کہ صاحبِ کتاب نے قرآن مجید، احادیث

Marfat.com
Marfat.com

نبوی اور علامہ اقبال کی شاعری کا سطحی کے بجائے بہت گہرائی میں ڈوب کر مطالعہ کیا ہے۔ کتاب کا شاید ہی کوئی ایسا صفحہ ملے جہاں ان تینوں سے کسی نہ کسی کا حوالہ نہ ملے یا ان سے استدلال نہ کیا گیا ہو۔ اس لیے جب وہ یہ شعر لکھتے ہیں تو بات سمجھ میں آ جاتی ہے

لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اس دین کا ہے فقر غیور

محمد اشفاق چغتائی ''حرف اول'' میں لکھتے ہیں

''تربیت خودی کے ذریعے حق اپنی حقیقی عظمتوں سے آشنا ہو کر جلال و جمال کا پیکر بن جاتا ہے۔ استحکام خودی کا عمل اسے بندگی کے اس ارفع مقام تک پہنچا دیتا ہے جسے اقبال نے مقام فقر قرار دیا ہے۔ فقر ہی وہ متاع بے بہا ہے جس کے حصول کے لیے اقبال خودی کا استحکام مانگتے ہیں۔ گویا استحکام خودی فقر کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ استحکام خودی مقصود بالذات نہیں بلکہ اصل مقصود حیات حصول فقر ہے۔ اقبال محض پیامبر خودی نہیں بلکہ پیامبر فقر ہیں۔''

اور سو باتوں کی ایک بات آنحضرت کا یہ فرمان:

الفقر فخری و الفقر منی (فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے) کیا خوب صورت بات۔ مگر ہم میں سے کتنے ہیں جو اپنے کردار و عمل کی زبان سے یہ کہہ سکیں ''فقر میرا فخر ہے''۔

موضوع' استدلال اور اسلوب کے لحاظ سے ''فقر غیور'' بہت اچھی کتاب ہے لیکن صدا بصحرا ثابت ہو گی۔ ہمارا معاشرہ اسلام کی روح سے اتنی دور جا چکا ہے کہ ہم صرف نام ہی کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ عمل مفقود ہے۔ خوشبو اڑی تو پھول فقط رنگ رہ گیا

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ عہد زوال میں زیست کرنے والے معاشرہ سے اخلاق و اقدار کا سوتا ختم ہو جاتا ہے صرف منافقت کا ملمع باقی رہ جاتا ہے اور اس وقت ہم بھی عہد زوال میں سرگرداں ہیں' حق سے محروم' جھوٹ' فریب' دغا اور منافقت کے خوگر' کبھی اصلاح احوال ممکن ہو گی مگر اب ہم اصلاح کی حد سے گزر چکے ہیں۔ ہر روز کسی نہ کسی اسلوب میں سبق ملتا ہے مگر ہم دیدۂ عبرت نہیں کھولتے۔ ایسے میں محمد اشفاق چغتائی کا یہ کہنا بھی صحرا میں اذان کے مترادف ہے:

''میں نے اپنی تمام تر علمی بے بضاعتی کے باوصف اس (یعنی فقر غیور) کی ضرورت اس لیے محسوس کی کہ یار لوگوں نے اسلامی زندگی کے نصب العین' اس انقلاب آفریں پیغام کو ''فلسفہ خودی'' کا نام دے کر افکار کو چیستاں بنا ڈالا ہے۔ آج ان افکار کو پڑھ کر سر دھننے پر اکتفا کر لیا جاتا ہے اور اقبال بارگاہ رسالت مآبؐ میں فریاد کرتے رہ جاتے ہیں:

من اے میر امم داد از تو خواہم
مرا یاراں غزل خوانے شمردند''

حالات نے مجھے یاس پرست اور قنوطی بنا ڈالا ہے اس لیے اب کہیں بھی روشنی کی کرن نظر نہیں آتی۔ اس کے باوجود ''فقر غیور'' دل کو چھوتی ہے کہ یہ اور اس نوع کی کتابوں سے اس احساس کو تقویت ملتی ہے کہ سرنگ کتنی طویل اور تاریک کیوں نہ ہو اس کے اختتام پر روشنی کا دائرہ بھی ہوتا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر

Marfat.com
Marfat.com

حرف اول

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اقبالؒ کو پیغمبر خودی کہا جاتا ہے۔ اس کا سبب ان کے کلام کی نمایاں خوبی ''تربیت خودی کا پیغام'' ہے۔ اقبالؒ کا درس خودی درحقیقت تعلیماتِ اسلام کا خلاصہ اور اسلامی زندگی کے نصب العین کے حصول کی دعوت ہے۔ تربیت خودی کے ذریعے بندہ حق اپنی حقیقی عظمتوں سے آشنا ہوکر جلال و جمال کا پیکر بن جاتا ہے۔ استحکام خودی کا عمل اسے بندگی کے اس مقام رفیع تک پہنچا دیتا ہے۔ جسے اقبالؒ نے مقام فقر قرار دیا ہے۔ فقر ہی وہ متاع بے بہا ہے جس کے حصول کے لیے، اقبالؒ خودی کا استحکام چاہتے ہیں۔ گویا استحکام خودی فقر کا ذریعہ ہے چنانچہ استحکام خودی مقصود بالذات نہیں بلکہ اصل مقصودِ حیات حصول فقر ہے۔ اس اعتبار سے اقبال محض پیامبر خودی نہیں بلکہ پیامبر فقر ہیں۔

فقر کا یہ انقلاب آفریں پیغام اقبالؒ کو کائنات کے اس عظیم ترین قائد، رہبر و رہنما، آقا و مولا حضور سید عالم ﷺ سے ملا جن کی ذات فقر کا نمونہ کمال ہے اور جن کا نعرہ مستانہ ہے۔

اَلْفَقْرُ فَخْرِی و الفقر منیّ (فقر میرا فخر ہے اور فقر مجھ سے ہے)

یہ کتاب اسی نعرہ مستانہ کی صدائے بازگشت ہے جو اس سے پیشتر بیشمار صوفیاء، اولیاء امت اور ان کے خوشہ چیں اقبالؒ کی فیض رساں زبانوں سے لوٹ کر آئی۔ میں نے اپنی تمام تر علمی بے بضاعتی کے باوصف اس کی ضرورت اس لیے محسوس کی کہ یار لوگوں نے اسلامی زندگی کے نصب العین، اس انقلاب آفرین پیغام کو فلسفہ خودی کا نام دے کر افکار کو چیستاں بنا ڈالا ہے۔ آج ان عظیم افکار کو پڑھ کر محض سر دھننے پر اکتفا کر لیا جاتا ہے اور اقبالؒ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں فریاد کرتے رہ جاتے ہیں۔

من اے میر امم داد از تو خواہم
مرا یاراں غزل خوانے شمردند

(ارمغان حجاز)

محمد اشفاق چغتائی

Marfat.com
Marfat.com

لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقرِ غیور

Marfat.com
Marfat.com

باب اول

تر دماغوں اور بیدار دلوں کے نام

شاہراہِ حیات کے معتبر ہمراہیو! زندگی کے اس پرتکلف سفر میں کبھی ایک لمحے کے لیے بھی سوچا ہے کہ ہم کون ہیں؟ کس لئے ہیں؟ ہماری حیاتِ مستعار کا مقصد کیا ہے؟ کیا زندگی محض جینے سے عبارت ہے؟ کیا حیات محض صبح شب و روز کی اسیری کا نام ہے۔ آج ہماری زندگی، نامراد، بے قدر، ارزاں اور بے مصرف ہو چکی ہے۔ کہ اس حیات بے شرف پر زندگی کی تہمت بھی ناحق معلوم ہوتی ہے۔ قحط الرجال کا یہ عالم ہے کہ ہم انسان کہلاتے ہوئے بھی انسانیت کے مفہوم سے عاری ہیں۔ از روئے تحقیق انسان انس یا نسیان سے مشتق ہے۔ دونوں میں تطبیق اس طرح کی جاتی ہے کہ انسان وہ ہے جو محبت (خود فراموشی، از خود رفتگی) کے مقام پر فائز ہو۔ اس کے برعکس آج انسانوں میں نفرتیں اور عداوتیں عام ہیں۔ اور خود غرضیوں کا دور دورہ ہے۔ لالچ، بغض، عناد، نفرت، شقاوت، ظلم، انسان کا طرۂ امتیاز ہے اور

آدمی کو بھی میسر نہیں انسان ہونا

مرشد اقبال مولانا روم اسی انسان کی جستجو میں فرماتے ہیں۔

دی شیخ با چراغ ہمی گشت گرد شہر
کز دام و دد ملولم و انسانم آرزوست
زیں ہمرہان سست عناصر دلم گرفت
شیر خدا و رستم دستانم آرزوست
گفتم کہ یافت می نشود جستہ ایم ما
گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

(دیوان شمس تبریزی)

ایک بزرگ چراغ بکف شہر کے گرد گھوم رہا تھا۔ میں نے پوچھا کس کی تلاش کر رہے ہو تو کہنے لگا میں ان انسان نما درندوں سے رنجیدہ ہوں مجھے کسی انسان کی تلاش ہے۔ میں ذوق عمل سے تہی اور سست نہاد ہمراہیوں سے دل گرفتہ و ملول ہوں۔ مجھے کسی شیر خدا اور رستم دستان سے ملاقات کی آرزو ہے۔ میں نے کہا کہ میں بھی ایسے ہی انسان کی تلاش میں سرگرداں رہا ہوں لیکن اسے کہیں نہیں پایا۔ اس بزرگ نے کہا ہاں مجھے اسی انسان کی تلاش ہے

Marfat.com
Marfat.com

جو نایاب ہے۔

جگ ڈھونڈے انسان کو ڈھونڈے اور نہ پائے
بھوسے کے کھلیان میں سوئی ہاتھ نہ آئے

(دل محمد)۲

مرشد رومیؒ کی طرح مرید ہندی بھی اسی انسان کی آرزو جستجو میں سرگرم فغاں رہے۔ انہوں نے اس جنس کمیاب کی تلاش میں قرآن وحدیث اور مثنوی مرشد سے نشانیاں لیکر اپنے کلام میں بیان کیں۔ مثنوی اسرار خودی، رموز بیخودی، پیام مشرق، بانگ درا، بال جبریل، ضرب کلیم، زبورِ عجم، جاوید نامہ، پس چہ باید کرد اے اقوام شرق، اور ارمغانِ حجاز شائع کر کے اسی انسان کی تلاش جاری رکھی مگر۔۔۔۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اور آج تو ہماری حالتِ زبوں یہ ہے کہ حیوانیت، نفس پرستی ہمارے ایمان وضمیر کو دیمک کی طرح چاٹ چکی ہے اور ہماری یہ حیات بے شرف متلاشیان حق، رہروانِ شوق کی نگاہ میں موت سے بدتر ہو کر رہ گئی ہے۔

جستجو کا کوئی انجام تو ظاہر ہو ندیم
اک مسلماں تو نظر آئے مسلمانوں میں

مقام غور وفکر ہے کہ زندگی کی نامرادی اور قحط الرجال کا سبب کیا ہے! حضرت انسان جسے اشرف المخلوقات کہا گیا ہے (ولقد کرمنا الآنیہ) اور جو حق تعالیٰ کی احسن تقویم ہے۔ وہ اپنے شرف وفضیلت کے سبب سے نا آشنا ہے۔ وہ اپنے منصب کی عظمت سے بیگانہ ہو چکا ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں اپنا نائب و خلیفہ بنا کر بھیجا ہے۔ منصب نیابت الہیہ کا تقاضا یہ ہے کہ انسان عناصر پر حکمران ہو اور کائنات اس کے تابع فرماں ہو۔ انسانی زندگی کائنات کو اسیرِ جاں کرنے کا نام ہے مگر آج انسان خود اسیرِ جہاں ہو کر اس حقیقت سے بے خبر ہے۔ جب وہ خود زندانی ء کائنات ہے تو کائنات کو کیونکر تسخیر کر سکتا ہے۔ اور کیونکر اپنے منصب کی عظمت ورفعت سے ہمکنار ہو کر حقیقی انسان بن سکتا ہے۔

حیاتِ چیست جہاں را اسیر جاں کر دن
تو خود اسیر جہانی کجا توانی کرد!

انسان درحقیقت مومن اور مسلمان کا مترادف ہے۔ کوئی شخص اس وقت تک انسانیت کے مرتبہ علو پر فائز نہیں ہو سکتا جب تک صاحبِ ایمان کامل نہ ہو۔

ایمان کامل حق تعالیٰ پر اس یقینِ کامل اور ذاتِ احد سے اس تعلقِ خاطر کا نام ہے جو صاحب ایمان کو ہر دو عالم سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ وہ محبت کرتا ہے تو اللہ کے لئے۔ کسی سے بغض ونفرت رکھتا ہے تو اللہ کے لئے۔ کسی کو

Marfat.com
Marfat.com

چھوڑ دیتا ہے تو اللہ کے لیے اور کسی کو نہیں دیتا تو بھی اللہ ہی کے لیے۔

من احب للہ و ابغض للہ واعطی للہ و منع للہ فقد استکمل الایمان (الحدیث، ابو داود) (۷)

ترجمہ۔ ''محبت رکھی اللہ کے لیے جس نے (لوگوں سے) بغض رکھا اللہ کے لئے جس نے عطا کیا اللہ کے لیے اور جو رک گیا اللہ کے لئے بیشک اس نے ایمان پورا کرلیا''۔

مقام صد افسوس ہے کہ آج انسان میں وہ تمام صفات مفقود ہیں جو اس کی پہچان اور تقاضائے انسانیت ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ انسان اپنے منصب حقیقی سے بھی بیگانہ ہو چکا ہے۔ اسے حق تعالیٰ نے ظاہر و باطن کی خلافت، کا سزاوار ٹھہرایا اور مظاہر کائنات کو اس کے تابع فرماں بنایا مگر وہ اپنے مقام سے اسقدر گر گیا ہے کہ دنیا کا غلام ہو کر رہ گیا ہے۔ وہ جو خس و خاشاک، غیر اللہ کے لیے آتش سوزاں تھا۔ خود ان میں الجھ کر رہ گیا ہے۔ اس کا ضمیر پاک جو پورے عالم کیلیے آئینہ تھا۔ سلطانی و ملائی اور پیری کے ہاتھوں ٹوٹ پھوٹ گیا ہے۔

آتی ہے دمِ صبح صدا عرش بریں سے
کھویا گیا کس طرح ترا جوہر ادراک
کس طرح ہوا کند ترا نشتر تحقیق
ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک
تو ظاہر و باطن کی خلافت کا سزاوار
کیا شعلہ بھی ہوتا ہے غلام خس و خاشاک
مہر و مہ و انجم نہیں محکوم ترے کیوں
کیوں تری نگاہوں سے لرزتے نہیں افلاک
اب تک ہے رواں گرچہ لہو تیری رگوں میں
تے گرمی افکار، نہ اندیشہ بیباک
باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری
اے کشتہ سلطانی و ملائی و پیری

(کلیات اقبال اردو)

آج جہان آدم کا وارث حقیقی ''مسلمان'' من حیث القوم اپنی حیثیت کو فراموش کر چکا ہے۔ وہ آدم خاکی

Marfat.com
Marfat.com

نے بحر و بر کا سلطان بنایا، وہ بندہ بحر و بر ہو کر رہ گیا ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ اسے احساسِ زیاں تک نہیں ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اور

بے دلی ہائے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بے کسی ہائے تمنا کہ نہ دنیا ہے نہ دیں

عام طور پر بندہ مومن کے زوال و انحطاط کا سبب معاشی محرومی اور بے زری کو گردانا جاتا ہے جبکہ

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندہ مومن کا بے زری سے نہیں
اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات
جو فقر سے ہے میسر تونگری سے نہیں

فقرِ غیور وہ متاعِ گراں بہا جسے اقبال نے اسلام کا مترادف قرار دیا ہے۔ ہمارا دامنِ زندگی اس دولت سے تہی ہو چکا ہے۔ اور زوالِ بندہ مومن کا سبب یہی ہے۔ فقر کیا ہے؟ دنیائے دوں سے بے نیازی اور رب ذوالجلال کی نیازمندی۔ آج ہمیں اس فقر و استغنا کی ضرورت ہے جو اپنے اہل کو غریبی میں بھی محسودِ امیری بنا دیتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج ملتِ اسلامیہ کے سب پیر و جوان بندگانِ ھوٰیِ نفس بنے ہوئے ہیں۔ نوجوانوں کی یہ حالت ہے کہ نفسانی خواہشات کے دام میں گرفتار عہدِ شباب کی بے پناہ صلاحیتوں کو شہوت رانیوں میں برباد کر رہے ہیں۔ ان کی عیاشیاں اور تن آسانیاں چشم بینا کو لہو رلاتی ہیں۔

شہوت رانیوں اور تن آسانیوں نے انہیں اس درجہ مفلوج کر رکھا ہے کہ وہ اپنی حقیقی صلاحیتوں سے بیگانہ ہو چکے ہیں انہیں یہ بھی یاد نہیں رہا کہ

جواں ہیں ہم، جوانی عزم کا بے باک طوفاں ہے
جوانی شدتِ ذوقِ عمل کا سازِ لرزاں ہے
جوانی ہو نکتے شعلوں کو چھاتی سے لگاتی ہے
جوانی آتش نمرود میں بھی کود جاتی ہے

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

فقر غیور

اقبال اپنی بیمار قوم کو انسانیت کے طبیب اعظم جناب رسالت مآب ﷺ کے حضور لائے اور فریاد کی۔

حضور آپ کا نام لیوا مسلمان وہ فقیر کج کلاہ جس کی پادشاہی میں شان فقر پائی جاتی تھی۔ اس کا سینہ سوز و آہ سے خالی ہو گیا ہے۔ اس نے اپنے دل کو آپ کی عظمتوں سے بیگانہ کر لیا۔ اس کا محروم دل روتا ہے مگر وائے افسوس کہ وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ اس کا دلِ زار کیوں رو رہا ہے۔

یا رسول اللہ ﷺ اس نادان پر ایک نگاہِ لطف و کرم فرما دیجئے تا کہ اس کا دل پھر ایک مرتبہ آپ کی تمنا سے جی اٹھے۔

مسلماں آں فقیرے کج کلاہے
رمید از سینہ او سوز و آہے
دلش نالد چرا نالد ندانند
نگاہے یا رسول اللہ نگاہے

آؤ اپنی جانوں میں عشق و محبت کی طرح ڈال کر حضور سید عالم ﷺ کے ساتھ باندھے ہوئے عہدِ غلامی کو تازہ کریں۔

طرح عشق انداز اندر جان خویش
تازہ کن با مصطفیٰ پیمان خویش

آؤ تا کہ ملت مرحوم کی بگڑی بات بنائیں اپنی زندگی کا جوا، مردانہ وار کھیلیں۔ شہر شہر، قریہ قریہ، محفل محفل اور مسجد مسجد اس پیغام محبت کو اسطرح پہنچائیں کہ شعلۂ محبت کی حرارت سے ملا کے دل میں بھی سوز و گداز پیدا ہو جائے۔

بیا تا کارایں امت بسازیم
قمار زندگی مردانہ بازیم
چناں تالیم اندر مسجد شہر
کہ دل در سینۂ ملا گداز یم

یہ دعوت ان پرسوز دلوں کے لیے ہے جن میں ناموس رسالت ﷺ پر کٹ مرنے کی تمنا کروٹیں لیتی ہے۔
یہ دعوت ان تر دماغوں کے لئے ہے جنہیں آقائے دو جہاں سرور کائنات ﷺ کی غلامی و اطاعت پر ناز ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

فقر

Marfat.com
Marfat.com

فقرِ غیور

''الفقر وفخری''(۲۳) ہی وہ فقر ہے جس کے متعلق حضور ختمی مرتبت علیہ الصلوۃ والسلام کا ارشادِ گرامی ہے

الفقرُ عِزٌ لا ھلہٖ ''فقر اپنے اہل کے لیے باعث عزت ہوتا ہے۔''

وہ لوگ جو فقر کو اختیار کرتے ہیں۔ سارا عالم چھوڑ کر کوئے دوست کو اپنا لیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے لیے صرف اللہ کافی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور فقیر ہوتے ہیں اور اللہ ہی نے ان کو فقیر کا نام دیا ہے۔

یا یُّھا النّاس انتم الفقراءُ الی اللہِ و اللہُ ھُوَ الغنیُ الحمید (القران ۳۵-۱۵)

''اے لوگو! اللہ کے روبرو تم فقیر ہو اور اللہ غنی، قابل توصیف ہے

واللہ الغنی و انتم الفقراء (القران ۴۷-۳۸)

''اللہ غنی ہے اور تم فقیر ہو۔''

داتا علی ہجویری فرماتے ہیں۔ ظلم کیا اس نے جس نے ابن آدم کو امیر کہا، جب کہ اس کے رب نے اس کا نام فقیر رکھا ہے۔

وَ ما الحیوۃ الدنیا الامتاع الغرور (القران ۳-۱۸۲)

''اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں مگر فریب کاری کی پونجی''

فقر اختیاری کی شان پیدا کرنے کے لیے دل کو دولت دنیا سے بے رغبت اور بے نیاز کرنا ضروری ہے۔ حضور سید عالم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔

الدّنیا جیفۃ'' و طالبھا کلاب

''دنیا مردار ہے اور اس کے طالب کتے ہیں۔''

درحقیقت دنیا سے مراد وہ طلب دنیا ہے جو دل کو یادِ خدا سے غافل کر دیتی ہے۔ جب انسان کے دل میں دولت دنیا کی محبت جگہ گھیر لیتی ہے۔

تو اس مولائے کریم کی طلب و محبت باقی نہیں رہتی۔

مولانا رومؒ نے اس کی وضاحت خوب فرمائی ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

حُبُّ دنیا راٗس کُل خطیئۃ (الحدیث ۳۱)

دنیا کی محبت ہر گناہ کا سر ہے۔

مرشدِ اقبالؒ مولانا رومؒ اپنی شہرہ آفاق مثنوی میں دنیا کو ایک بھٹی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دنیا کی

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

ارشاد رب العزت ہے

''اگر تم شکر کرو گے تو مزید دونگا''

نیز فرمایا''ان اللہ مع الصابرین ''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

مراد یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو ایسی نعمت پر شکر کرے جس کی بنیاد غفلت پر ہو تو ہم اس کی غفلت پر غفلت زیادہ کریں گے اور ہر وہ شخص جو ہم ایسے فقر پر صبر کرے جس کی بنیاد آزمائش پر ہو تو ہم اس کے قرب پر قرب زیادہ کریں گے۔

(کشف المحجوب)

پاکان امت کے خوشہ چین حضرت اقبال کثرت نعمت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں درد دل کے سوا کوئی سامان مت چاہو۔ اگر نعمت چاہتے ہو تو اللہ سے چاہو۔ کسی امیر و بادشاہ سے نہ چاہو۔ اکثر حق شناس اہل بصیرت نعمت کی کثرت کے سبب اندھے ہو گئے کیونکہ کثرت نعمت دلوں کا سوز و گداز لے جاتی ہے۔ مال و دولت کی زیادتی سے انسان میں فخر و ناز تو پیدا ہو جاتا ہے مگر دل سے نیاز رخصت ہو جاتا ہے۔ میں سالہا دنیا میں گھوما پھرا ہوں میں نے امیروں کی آنکھ میں نم نہیں دیکھا۔ انکے سینے سوز و درد سے خالی ہوتے ہیں۔

در جہاں جز دردِ دل ساماں مخواہ
نعمت از حق خواہ از سلطاں مخواہ
اے بسا مردِ حق اندیش و بصیر
می شود از کثرت نعمت ضریر
کثرت نعمت گداز از دل برد
ناز می آرد و نیاز از دل برد
سالہا اندر جہاں گردیدہ ام
نم بچشم منعماں کم دیدہ ام

میں تو اس مرد قلندر پہ نثار ہوں جو درد یشانہ زندگی گزارتا ہے وائے افسوس وہ جو خدا سے بیگانہ جی رہے ہیں۔

من فدائے آں کہ درویشانہ زیست
وائے آں کہ از خدا بیگانہ زیست

شیخ سعدی گلستان میں ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ ''مصر میں دو امیر زادے تھے۔ ایک نے علم سیکھا دوسرے نے مال و دولت اکٹھی کی۔ انجام کار ایک علامہ عصر بن گیا اور دوسرا عزیز مصر۔ ایک روز صاحب ثروت نے اپنے عالم بھائی کو بچشم حقارت دیکھا اور کہا کہ میں آج سلطنت کا مالک بن گیا ہوں اور تو ابھی تک مسکینی میں

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

حضرت ابوسعید کا قول ہے۔

الفقر ہو الغناء باللہ :۔ ''فقر ہر معاملے میں اللہ ہی کو کافی سمجھنے کا نام ہے۔

اہل فقر کے لیے دنیاوی نعمتیں کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ اہل عشق کا سرمایہ فقط نیاز ہوتا ہے۔ اور وہی کامران وخوش انجام ہے جو دل وجان سے اپنے رب کا ہو گیا۔

عاشقاں راچہ برگ و ساز بود
مایہ عاشقی نیاز بود
غربتی اوست عاقبت محمود
کہ بجاں بندہ ایاز بود

(شاہ ابوالمعانی غربتی)

مشہور مقولہ ہے کہ اشرف الغنی ترک المنی

''سب سے اچھی دولت مندی خواہشوں کا ترک کر دینا ہے''

ایک صوفی کا قول ہے۔

الفقیر الذی لایملک ولایملک

''فقیر وہ ہے جو نہ کسی کا مالک ہو اور نہ ہی کسی کا مملوک''

اقبال نے اپنے کلام میں بندہ حق کی یہی تعریف بیان کی ہے۔

بندہ حق بے نیاز از ہر مقام
نے غلام اورا نہ او کس را غلام

فقر کے بارے میں حضرت شبلیؒ فرماتے ہیں۔

الفقر بحر البلاء و بلاءہ کل عز''

''فقر بحر بلا ہے اور اس کی جملہ بلائیں اور آزمائشیں عزت ہیں''

کشف المحجوب میں حضرت داتا علی ہجویریؒ نے ایک قول نقل فرمایا ہے۔

الفقر عدم '' بلا وجود

''فقر عدم بلا وجود ہے''۔

اس قول کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ فقر جملہ آلات وافعال مذموم کو ختم کر کے کسی عمدہ صفت کے حصول کی کوشش میں تمام برے نشانات کو مٹا دینے کا نام ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

کا ترجمہ ''محافظت خویشتن را'' کرتے ہیں۔ مشہور محقق ملا حسین واعظ کاشفیؒ نے اپنی تفسیر ''تفسیر حسینی'' میں علیکم انفسکم کی تفسیر ''محافظتِ نفس والتزام اصلاحِ نفس'' کے الفاظ سے فرمائی ہے۔ محافظتِ نفس، محافظت خویشتن رایا برخودنگہداری' تحفظِ خودی ہی کے مختلف نام ہیں اور التزام واصلاحِ نفس، تربیت خودی ہی کے مختلف مراحل ہیں گویا اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو حکم دیتا ہے کہ اے ایمان والو! اپنی خودی کو مستحکم کرو اور اگر تم نے احکام الٰہی پر عمل کر کے اور اتباعِ رسول کو شعار بنا کر اپنی خودی کو مستحکم کر لیا تو تمہارے دشمن تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ حزن وملال اور خوف وضرر سے نجات حاصل کرنے اور جہاں میں غالب وکامران ہونے کے لئے قرآن نے ایمان کو شرط لازم قرار دیا ہے۔

ولا تھنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان کنتم مؤمنین.

''اور نہ ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تمہیں سربلند ہو گے اگر تم سچے مومن ہو۔''

تکمیل خودی دراصل تکمیل ایمان کا دوسرا نام ہے۔ اس کے لئے کمال اطاعت شرط ہے۔ اور کمال اطاعت ضبط نفس سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے اقبال نے استحکام خودی یعنی تکمیل ایمان کے لئے اطاعت اور ضبط نفس کے مراحل تربیت بیان کئے ہیں۔ جنہیں طے کر کے بندہ حق نیابت الٰہیہ کے مقام پر فائز ہوتا ہے۔ خودی کے مراحل تربیت جاننے سے پہلے اس کی حقیقی عظمتوں سے آشنائی لازم ہے۔ اس سلسلہ میں ہم اقبال کے بیان فرمودہ ''اسرار خودی'' کا جائزہ لیتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

اسرار خودی

Marfat.com
Marfat.com

اقبال کے نزدیک یہ جنگ و جدل اور خونریزی جو بظاہر بڑی مذموم دکھائی دیتی ہے حقیقت میں عین حیات ہے۔ نظامِ عالم میں ارتقاء کا عمل اسطرح جاری رہا ہے کہ ایک گلِ سرسبد کے کھلنے کیلئے سینکڑوں گلستانوں کا خون ہوا یعنی فطرت نے لاکھوں گلشن بنا کر بگاڑ ڈالے۔ تب جا کر پھول میں یہ رعنائی اور دلکشی پیدا ہوئی۔ ایک بلبل کے نغمہ شیریں کی تخلیق میں لاکھوں برس تک بلبلیں پیدا ہوتی رہیں اور مرتی رہیں۔ انسان نے لاکھوں برس بولنے کی کوشش جاری رکھی۔ کروڑوں الفاظ کا خون کیا، تب اسے ایک لفظ کو صحیح طور پر ادا کرنا آیا۔ یہ سب کیوں ہے، اس لیے کہ جمالِ معنوی کے اظہار میں اتمام و کمال کے لیے ہر شے تنازع للبقاء میں مصروف پیکار ہے اس تنازع کا نتیجہ، بقائے اصلح کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ یعنی وہی اشیاء باقی رہ جاتی ہیں جو اصلح ہوتی ہیں۔ جن سے دوسروں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس ارشادِ ربانی کے مصداق کہ

وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ

''اور جو شے انسانوں کے لئے نفع رساں ہوتی ہے۔ پس وہ زمین میں قائم رہتی ہے۔''

کائنات میں حصولِ مقصد کے لئے مسلسل جدوجہد کرنی پڑتی ہے بلکہ زندگی نام ہی جہدِ مسلسل کا ہے۔ کائنات میں ہر لمحہ ہر جا، ہر شکل میں اناءِ مطلق کے جلال و جمال کی جلوہ نمائی ہو رہی ہے۔

اللہ نور السمٰوٰت والارض

''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔''

کائنات کا ذرہ ذرہ حق تعالیٰ کی جلوہ گری کا مظہر ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھلا ایسا کیوں ہے۔ اناءِ مطلق نے ایسا کیوں کیا؟ اقبال کہتے ہیں کہ ظہور و تجلی حق تعالیٰ کی ذات کا تقاضا ہیں۔ اناءِ مطلق کو اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی خو ہے اور کائنات کے ذرے ذرے میں اسی کی قوت پنہاں ہے۔

وانمودن خویش راخوئے خودی است

خفتہ در ہر ذرہ نیروئے خودی است

اناءِ مطلق کی کارفرمائیوں کے اظہار کے بعد اقبال اناءِ مقید کی طرف آتے ہیں۔ اور بتاتے ہیں کہ انسانی خودی جس قدر مضبوط و مستحکم ہوگی، اسی قدر اس میں اناءِ مطلق کا رنگ پیدا ہو جائے گا۔ جس طرح قطرہ اپنی خودی سے استحکام سے گوہر بن جاتا ہے۔ موج جب تک سمندر میں بحر کے کندھوں پر سوار رہتی ہے موج کہلاتی ہے۔ اگر وہ سطحِ بحر سے سر نہ ابھارے تو اس کا وجود متحقق نہ ہوگا۔

'' ہستم اگر می روم گر نروم نیستم ''

پہاڑ اگر اپنی خودی کھو دے اور ذرات میں منتشر ہو جائے تو صحرا بن جائے اور سیلِ دریا کی تاب نہ لا سکے۔

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

زندگانی را بقا از مدعا ست
کاروانش را ، درا ، از مدعاست
آرزو را، در دلِ خود زندہ دار
تانگردد مشتِ خاک تو مزار
دل ز سوزِ آرزو گیرد حیات
غیر حق میرد چو او گیرد حیات

انسان جب تک مقصدِ حیات سے آگاہ اور شرابِ مقصد سے سرشار نہ ہو، بیگانۂ عمل اور بیکار محض ہوتا ہے۔ مقصد، انسانی زندگی کے لئے اسی طرح اہم ہے جس طرح سانس لینے کے لئے تازہ ہوا ضروری ہے۔ مقصد ایک تابندہ ستارہ کی طرح ہے جو کاروانِ حیات کی سوئے منزل رہنمائی کرتا ہے۔ اور ساتھ ہی گمرہی اور بیگانگی ءمنزل کا خاتمہ کرتا ہے۔ وہ ایک ایسی آتشِ سوزاں ہے جس سے راہِ حق کے علاوہ تمام راستے جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ مقصد کی لگن انسان کو ماسوئ اللہ سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ انسان کا مقصدِ حیات اس قدر ارفع و اعلیٰ ہے کہ آسمان سے بھی بالاتر ہے اور اس قدر دلربا و دلکش ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی مقصد دلفریب ہو ہی نہیں سکتا۔ باطل کے لیے بربادی کا پیغام اور غیر اللہ کے لیے سراپا محشر ہے۔

مقصدے مثل سحر تابندۂ
ماسوئی را آتش سوزندۂ
باطل دیرینہ راغارت گرے
فتنہ ورچیے سراپا محشرے

ہم اس جہان میں تخلیق مقاصد ہی سے زندہ ہیں۔ اور یہ شعاعِ آرزو وہی ہے جو ہماری حیات کی تابندگی کا سبب ہے۔ ہماری زندگی میں سوز و سرور اور نور اسی کا عطا کردہ ہے۔

ماز تخلیق مقاصد زندہ ایم
از شعاعِ آرزو تابندہ ایم

حقیقت یہ ہے کہ جب تک جینے کا مقصد معین نہ ہو۔ نگاہوں کے سامنے کوئی منزل اور نصب العین نہ ہو، دل میں کوئی محبوب و دلربا موجود نہ ہو تو انسان کے قوائے فکر و عمل مردہ و مضمحل رہتے ہیں۔ عزم و ارادہ میں پختگی، جذب و شوق میں گرمی اور فکر و نگاہ میں وسعت و بلندی اسی وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب دل میں منزلِ مقصود کی تڑپ اور تصور میں جمالِ حبیب کی دلکشی سمائی ہو۔ اگر مدعا سامنے ہو تو قلب و دماغ دونوں سرگرمِ عمل رہتے ہیں۔ اقبال

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

رکھتی ہے۔ مگر دلدار نہیں رکھتی۔

شبے پیش خدا بگریستم زار
مسلمانان چرا زارند و خوارند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم
دلے دارد ندا محبوبے ندارد

ہمارے دشت روح کی تنگ دامانی اور محمل دل کی بے لیلائی نے ہماری بزم کو صاحب جنوں سے محروم کر رکھا ہے۔

قیس ما سودائی محمل نشد
در جنون عاشق کامل نشد

قیس پیدا ہو تری محفل میں یہ ممکن نہیں
تنگ ہے صحرا ترا محمل ہے بے لیلیٰ ترا

مسلمانوں میں نماز روزہ، قربانی حج جملہ اسلامی شعائر موجود ہیں لیکن ان کے دل آرزو سے خالی ہو چکے ہیں۔ اس لئے وہ دنیا سے مٹ رہے ہیں۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

اقبال کے ہاں نیش آرزو کی بڑی اہمیت ہے۔ نیش آرزو کے بغیر نوشِ بادۂ مقصد ممکن نہیں۔ وہ بے نیشی آرزو کو مسلمانوں کے زوال کا سبب جانتے ہیں۔

طبیب عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا
ترا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیشی

اقبال طلب کوشی کو حصول مقصد کی ضمانت سمجھتے ہیں اور مسلمان کو جادہ، استقامت پر ثابت قدم رہنے اور امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے دل میں طلب صادق ہے تو منزل خود تمہارے قدموں میں آ جائے گی۔

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

آدمی دیداست باقی پوست است
دیدآں باشد کے دید دوست است

مولانا روم فرماتے ہیں کہ آدمی تو فقط دید ہے باقی تمام پوست ہے۔فقط ایک جذبہ محبت آدمی کی اصل حقیقت ہے جواس کی روح ہے۔اورفی الحقیقت دیکھتا وہی ہے جونگاہِ عشق سے دیکھتا ہے،اس لیے ؎

جملہ تن را درگزار اندر بہ سر
در نظر رو ، در نظر رو ، در نظر

اقبال مرشدرومی کی اتباع میں یوں گویا ہوتے ہیں ؎

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

مرشد رومی،نورِ جاں ہی کوانسان کی حقیقت قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میری ہستی کا راز میرے اندر پوشیدہ ہے لیکن ان ظاہری آنکھوں اور کانوں میں اسے جاننے کی صلاحیت نہیں کیونکہ وہ نورِ جان سے عاری ہیں۔ اگرچہ بدن جان سے اور جان بدن سے مستور نہیں ہے مگر دید جاں کا دستور ہی نہیں۔اس لئے کوئی زندگی کی حقیقت کو کیا سمجھے۔

سر من ازنالہ من دور نیست
لیک چشم و گوش را آن نور نیست
تن زجان و جاں زتن مستور نیست
لیک کس رادید جاں دستور نیست

مرید ہندی کہتے ہیں ؎

وہ شے کچھ اور ہے کہتے ہیں جانِ پاک جسے
یہ رنگ و نم ،یہ لہو، آب و ناں کی ہے بیشی

زندگی جذبۂ عشق کے بغیر ایک خالی جام ہے۔محبوب کی طلب وآرزو اس جام میں شرابِ ناب کا اثر رکھتی ہے۔جو رفتار کو تیز کر دیتی ہے۔زندگی کو جہد مسلسل اور عمل تسخیر بنا دینا عشق کا کام ہے۔عشق وہ افسوں ہے جس سے تسخیر کائنات کے معجزے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔لیکن یہ طلب یہ لگن یہ آرزو کس طرح جنم لیتی ہے۔؟ اقبال کہتے ہیں کہ زندگی ایک شکاری ہے۔جس کے لئے آرزو شوق بمنزلہ ہتھیار ہیں۔ہر وہ شے جو خوب و زیبا اور جمیل ہے۔ دشت طلب میں میری دلیل ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

ہر چہ باشد خوب و زیبا و جمیل
در بیابان طلب مارا دلیل

حسن پروردگار عشق ہے۔ حسن خلاق بہار آرزو ہے۔ جلوۂ حسن محبوب سینے میں آرزو کو جوان کرتا ہے۔ اس پیکر حسن و خوبی کا جلوۂ حسن جسے قرآن نے عبدہ کہہ کر پکارا، وہ سراپا حسن جہان شوق کا پروردگار ہے

متاشی عبدہ آمد و بیں
جہان شوق را پروردگار است

وہ زیر حسن و خوبی جس کے حسن کا پرستار خود سراپا حسن بن جاتا ہے اور جس کے چاہنے والوں کا عاشق خوبان جہاں سے خوب تر، خوشتر و زیبا تر و محبوب تر ہو جاتا ہے۔

سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
حسین ایسا بھی ہے اے دل کوئی آخر حسینوں میں

بھی ادائے ناز پر خود خالق حسن پکار اٹھتا ہے

چرک اٹھا کوئی تیری ادائے ما عرفنا پر
ترا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں

اسی کے عشق پاک سے دل توانا ہوتے ہیں، اسی سے مشت خاک کو طاقت پرواز مل جاتی ہے۔ وہ مدوش ثریا ہوتی ہے۔ اس محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مقام و احترام بندہ مومن کے دل میں ہے اور ہر دولت و آبرو اسی حبیب کے آستانہ کی گدائی کے صدقے ہے۔ اس کے غبار خانہ سے سینکڑوں جلوہ ہائے طور پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا بیت المحرم کعبے کا کعبہ ہے۔

طور موجے از غبار خانہ اش
کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش

ابد اس کے اوقات مقدس کے ایک لمحہ سے بھی کم تر ہے۔ ازل تا ابد ہر شے کی تخلیق و افزائش اسی کی ذات سے مشتق ہے۔

کمتر از آنے ز اوقاتش ابد
کاسب افزایش از ذاتش ابد

وہ سراپا فقر جو خود بوریا نشیں تھے مگر امتی کے تاج و تخت ان کے غلاموں کے قدموں میں پڑے تھے۔ جب شبستان حرا کی خلوتوں سے نکلے تو ایک نئی قوم، ایک نیا آئین اور ایک نئی حکومت پیدا ہو گئی۔ اس آ

Marfat.com
Marfat.com

مولا نے کتنی راتیں فکرِ امت میں جاگ جاگ کر گزاریں تاکہ ان کی قوم تختِ خسروی پر آرام کرے۔

ماند شبہا چشم او محروم نوم
تا بہ تختِ خسروی خوابید قوم

رزمگاہ حق و باطل میں ان کی تلوار فولاد کو کاٹنے والی تھی اور وقتِ نماز ان کے دیدہ بینا سے اشکوں کی لڑی جاری رہتی تھی۔ ان کی شمشیر بے زنہار نے جو انکی فتح کی دعا کے لئے بمنزلہ آمین تھی سلاطین وملوک کی جڑ کاٹ کر رکھدی۔

اس شہنشاہ عرب وعجم نے دنیا کو ایک نیا آئین دیا اور دین کی کنجی سے دنیا کا در کھولا۔ دین و دنیا میں توازن پیدا کیا۔ اس کی نگاہ میں پست و بالا غریب و امیر سب برابر تھے۔ وہ اپنے غلاموں کے ساتھ ایک ہی دسترخواں پر بیٹھتے تھے۔

در نگاہ او یکے بالا و پست
با غلام خویش بر یک خواں نشست

روزِ حشر اس حبیب کبریاؐ کی ذاتِ اقدس ہمارا اعتبار ہوگی اور دنیا میں بھی وہی ذات ہماری پردہ پوشی کرنے والی ہے۔ اس کا لطف وقہر دونوں اہل عالم کے لیے رحمت ہیں۔ لطف یاروں کے لیے رحمت اور قہر دشمنوں کے لیے رحمت۔ وہ مولائے کریم جس نے اعداء پر رحمتوں کے در کھول دیئے اور فتح مکہ کے دن اہل مکہ کو (جو ان کے جانی دشمن تھے) لاتثریب کا مژدہ سنایا کہ جاؤ تم سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا۔

لطف و قہر او سراپا رحمتے
آں بیاراں ایں باعدار حمتے
آں کہ براعدادر رحمت کشاد
مکہ راپیغام لا تثریب داد

ہمارے سینے اسی محبوب کریم علیہ السلام کی محبت سے آباد ہیں۔ ہماری نگاہوں سے اسی کی صہبائے عشق کا خمار ہے۔ مسلمان اس صراحی کی مانند ہیں جس میں محبتِ رسول کی شراب بھری ہو۔ حضور سید ﷺ نے امتیازات نسب کو اسطرح مٹایا کہ آپ کے عشق پاک کی آتش سوزندہ سے رنگ ونسب کے امتیازات خس وخاشاک کی طرح جل کر راکھ ہو گئے۔ مسلمانوں کی پہچان اس گل صد برگ کی سی ہے جس میں پنکھڑیاں بیشمار ہیں مگر سب میں بو باس ایک جیسی ہے۔ وہ ذات مقدس جانِ کائنات ہے، وہ اپنی مصطفائی میں یکتا ہے۔ میری زندگی کی تنہائیاں اور ویرانیاں اسی کے شورِ محبت سے آباد ہوئی ہیں اور میرے دلِ بیتاب سے اس کی محبت کے سینکڑوں نغمات پھوٹ

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

خود فرد آاز شتر مثل عمر
الحذر از منتِ غیر الحذر

دنیاوی جاہ ومنصب کے لئے کب تک بھکاری بنا رہے گا۔ ان دنیاوی مناصب اور ان پر فائز لوگوں کی مثال ان بچوں کی سی ہے۔ جو بانس کی لکڑی کو گھوڑا بنا کر دوڑتے پھرتے ہیں۔ تری بلند فطرت احسانِ غیر اٹھانے سے پست ہو جاتی ہے۔

تا بکے دریوزہ منصب کنی
صورتِ طفلاں زنے مرکب کنی
فطرتے کو بر فلک بندد نظر
پست می گردوز احسانِ دگر

سوال کرنے سے بھوک افلاس کی خواری اور بڑھ جاتی ہے اور گدائی سے گداگر، نادار تر، ہوتا چلا جاتا ہے۔
سوال کرنے سے اجزائے خودی پریشان ہو جاتے ہیں اور نخلِ سینائے خودی بے نور ہو جاتا ہے۔

ازسوال افلاس گردد خوار تر
از گدائی گدیہ گرنادار تر
ازسوال آشفتہ اجزائے خودی
بے تجلی نخل سینائے خودی

خوان غیر سے اپنا رزق نہ مانگ تا کہ روز حشر بحضور پیغمبر ﷺ شرمندہ وشرمسار نہ ہو۔ چاند اپنی چمک دمک کے لئے سورج کا ممنون ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے دل پر احسان مندی کا داغ ہے۔ حق تعالیٰ سے ہمت طلب کر اور آسمانوں سے لڑ جا، بھیک مانگ کر ملت بیضا کی آبرو خاک میں نہ ملا۔

رزق خویش از نعمتِ دیگر مجو
موج آب از چشمۂ خاور مجو
تانباشی پیش پیغمبر خجل
روز فرداے کہ باشد جانگسل
ہمت از حق خواہ باگردوں ستیز
آبروئے ملتِ بیضا مریز

محنت ومشقت کر کہ وہ سالار دیں جس نے کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک کیا۔ اس کا فرمان ہے کہ ہاتھ سے

Marfat.com
Marfat.com

ہو ... نے ... اللہ کا دوست ہے (الکاسب حبیب اللہ)

آنکہ ... نشان ... بتان ... از عجب ... رفت

مرد ... کہ ... سب ... را حبیب ... اللہ ... گفت

... ہے ... پر جو غیر ... کے ... چہ تا ہے ... احسان غیر سے تجھی رہتی ہے۔ خوش ... ہے ... ت ... کے ... آفتاب ... شدت ... وہ ایک پیالہ پانی کے لیے ... نظر ... ہو ... بھی ... نہیں۔

... مت ... پذیر ... خوان ... غیر

... فر ... خود ... احسان ... غیر

... خت ... آں ... تشنہ ... آفتاب

... خواہد ... خضر ... یک ... جام ... آب

... تے ہیں ... اس ... ہیں ... آپ ... ثبات ... تو ... اپنی عظمت ... امید ...

... ان کی ... تجھ ... اپنی ... تا ... ہچان ... کی ... ایک مشت خاک ...

... نہیں ... از ... خجلت ... شد

... آہ ... بندہ ... مشت ... گل ... شد

... آدمی ... کے ... نی ... مثل صنوبر ... بلند ... ہوتا ہے۔ ... کی ... داری ... تی ... تی ہے۔ ... عظمت ... ہی ... جو ... پی ... دری ... غیرت ... وقار ... ہے۔ ... تا ہے ... کی ... بیدار ... ہے۔

... آں ... جوان ... رجمند

... مثل ... صنوبر ... بلند

... شد ... خود ... دار ... تر

... خوابیدہ ... بیدار ... تر

... وقت ... ت ... انسان اپنی ہمت ... ہے ... حاصل ... کی ... ہے ... حاصل ...

... سمندر ... ہے۔

... تعمیر ... خیل ... سیل ... آتش ... است

... بر ... خود ... شعلہ ... نوش ... است

Marfat.com
Marfat.com

اقبال مسلمان سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ زمانے کے سمندر میں مثلِ حباب مردانہ غیرت کے ساتھ جیو۔ جس طرح ایک بلبلہ پانی میں پیمانہ نگوں سار رکھتا ہے۔ تم بھی اپنا کاسہ گدائی الٹ دو اور اپنی خودداری کو قائم رکھو۔

چوں حباب از غیرتِ مردانہ باش
ہم بہ بحر اندر نگوں پیمانہ باش

حفاظتِ خودی کے ضمن میں اقبال نے ایک پرندے کی حکایت نظم فرمائی ہے جو تشنگی سے بیتاب تھا۔ اقبال کہتے ہیں کہ ایک پرندہ شدت پیاس سے پانی کی تلاش میں مارا مارا پھرتا تھا۔ اچانک اس کی نگاہ ایک ریزہ الماس پر پڑی۔ وفورِ تشنگی میں اسے قطرہ آب سمجھ کر اس کے قریب آیا اور چونچ ماری مگر اس کی چونچ تر نہ ہوئی۔ الماس نے کہا مجھ پر منقار ہوس تیز کرنے والے پرندے میں تمہیں قطرۂ آب کی طرح دکھائی دیا ہوں مگر میں پانی کا قطرہ نہیں ہوں۔ میری آب سے تو پرندوں کی چونچیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ میرے سامنے تیری حقیقت ہی کیا ہے۔ اگر آدمی بھی مجھے چبانے کی کوشش کرے تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ پیاسا پرندہ مایوس ہو کر اڑنے کو تھا کہ اچانک ایک شاخِ گل سے قطرہ شبنم ٹپک پڑا جسے پی کر پرندے نے اپنی پیاس بجھائی۔ یہ حکایت بیان کر کے اقبال فرماتے ہیں کہ اے مسلمان! اگر تری خواہش ہے کہ تو اپنے دشمن سے محفوظ اور اس پر غالب رہے تو اپنی خودی کی حفاظت سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہ۔ قطرہ شبنم کی بجائے ریزہ الماس بن اپنی خودی کو پہاڑ کی طرح مستحکم اور استوار کر تا کہ تجھ سے ٹکرانے والا خود پاش پاش ہو جائے۔

غافل از حفظ خودی یک دم مشو
ریزۂ الماس شو شبنم مشو

اگر تو قطرہ شبنم بنا رہے گا تو کسی دشمن کا لقمہ تر بن جائے گا اور اگر تو استحکام خودی کے ذریعے اپنے آپ کو مثل گوہر مستحکم و مضبوط کر لے تو تجھ پر اپنی منقار ہوس تیز کرنے والے اپنی چونچیں توڑ بیٹھیں گے۔ ترا دشمن جو تجھے چبانے کی کوشش کرے گا خود اپنی جان گنوا بیٹھے گا۔

ایک دوسری حکایت ''الماس و زغال'' کے عنوان سے نظم کی ہے۔

زمین میں کوئلے نے ہیرے سے کہا اگرچہ ہم دونوں کی اصل ایک ہے۔ ہم ایک ہی قبیلے سے ہیں مگر میں کان میں پڑے پڑے بیچارگی کی موت مرجاتا ہوں جبکہ تو شہنشاہوں کے تاجوں میں سجتا اور سرافراز رہتا ہے۔ میں اپنی بدبختی کے سبب خاک سے کمتر ہوں اور تیرے جمال سے دل کا آئینہ شق ہوتا ہے۔ میری سیاہی آتشدان کو روشن کرتی ہے۔ اور میرے جوہر کا کمال راکھ ہو جانا ہے۔ ہر کوئی مجھے پیروں تلے روندتے ہوئے گزر جاتا ہے۔ مگر تو کبھی کسی قیصر کی آنکھ کا تارا ہوتا ہے تو کبھی کسی خنجر شاہی کے دستے کی زینت۔

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

قطرہ خود را بپائے خود مریز

در تلاطم کوش و با قلزم ستیز

از تو قلزم گدیۂ طوفاں کند

شکوہ از تنگیِ داماں کند!

اقبال شرح اسماء علی مرتضیٰؓ کے باب میں مردِ خوددار کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وہ مردِ خدا جس کی خودی مستحکم ہوجاتی ہے۔ زمانہ اس کے مزاج کے مطابق چلتا ہے۔ اگر جہاں اس کے لئے سازگار نہ ہو تو وہ اس سے لڑجاتا ہے اور نظام کائنات کو زیروزبر کر کے رکھ دیتا ہے۔ وہ اپنی خودی کے زور سے ایک جہانِ تازہ پیدا کر لیتا ہے جو اس کے لئے سازگار ہوتا ہے۔

مرد خود دارے کہ باشد پختہ کار

مزاج او بسازد روزگار

گرنہ سازد با مزاج او جہاں

می شود جنگ آزما با آسماں

برکند بنیاد موجودات را

می دہد ترکیب نو ذرات را

گردش ایام را برہم زند

چرخ نیلی فام را برہم زند

می کند از قوت خود آشکار

روز گار نوکہ باشد ساز گار

اقبال فرماتے ہیں کہ اگر دنیا میں مردوں کی طرح جینا ممکن نہ ہو تو مردانہ وار جان دے، دینا ہی زندگی ہے۔ مسلمان کے لیے عزت کی زندگی اور عزت کی موت کے علاوہ کوئی تیسری راہ نہیں ہے۔

در جہاں نتواں اگر مردانہ زیست !

ہمچو مرداں جاں سپر دن زندگیست

صاحبِ قلبِ سلیم بندہ حق عظیم مہمات سر کرکے اپنا زورِ بازو آزماتا ہے۔ مشکلاتِ عشق سے عہدہ برآ ہونا کیا اچھا کام ہے۔ بندۂ حق قوت عشق سے ہر مشکل کو آسان کر لیتا ہے۔ جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے نارِ نمرود کو گلزار کر لیا۔

Marfat.com
Marfat.com

عشق با دشوار ورزیدن خوش است
چون خلیل از شعلہ گل چیدن خوش است

مردِ مسلم کی قوت کا اظہار مشکل پسندی ہی سے آشکار ہوتی ہے۔ اقبال کے نزدیک شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام ہے اور سخت کوشی سے تلخیِ حیات انگبیں بن جاتا ہے۔

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام
سخت کوشی سے ہے تلخِ زندگانی انگبیں

زندگی اس قوت کا نام ہے جو آشکار ہو اور جسے محسوس کیا جا سکتا ہو۔

آشکارا ہے یہ اپنی قوتِ تسخیر سے
گرچہ اک مٹی کے پیکر میں نہاں ہے زندگی

زندگی کی اصل ذوقِ استیلا یعنی غالب آنے کی خواہش ہے۔ ہر انسان میں غالب آنے کا جذبہ فطری طور پر موجود ہوتا ہے۔ مگر جو شخص دوں ہمت، بزدل اور کاہل ہوتا ہے وہ اپنی ناتوانی اور بے کسی کو قناعت کے پردے میں چھپاتا ہے۔

ممکنات قوتِ مردانِ کار
گردد از مشکل پسندی آشکار
زندگانی قوتِ پیداستے
اصل او از ذوقِ استیلاستے
ہر کہ در قعرِ مذلت ماندہ است
ناتوانی را قناعت خواندہ است

ناتوانی اور حقیقی زندگی کے لیے رہزن ہے۔ خوف اور جھوٹ اسی ناتوانی سے جنم لیتے ہیں۔ یہ رذائلِ اخلاق سے تہی اور انہیں مٹانے والی ہے۔

ناتوانی زندگی را رہزن است
بطنش از خوف و دروغ آبستن است

طاقت اور صداقت جڑواں ہیں۔ قوت اور حق کا ملاپ ہے۔ یہ زندگی کی حقیقی ... اور اخلاق کی ... شان ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

ناتوانائی صداقت توام است
گر خود آگاہی ہمیں جام جم است
زندگی کشت است و حاصل قوت است
شرح رمز حق و باطل قوت است

اقبال حضرت داتا علی ہجویریؒ کی ایک حکایت بیان کرتے ہیں کہ

مرو (ترکستان) کا ایک نوجوان آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں دشمنوں میں گھر گیا ہوں۔ مجھے ان کے درمیان زندگی کرنے کا طریقہ سکھایئے۔

گفت محصور صف اعداستم
درمیان سنگہا میناستم
با من آموز اے شہ گردوں مکاں
زندگی کردن میان دشمناں

داتا علی ہجویریؒ نے فرمایا! اے نامحرم راز حیات! تو زندگی کے آغاز وانجام سے بے خبر ہے۔ جو شے اپنے آپ کو کمزور و ناتواں سمجھنے لگتی ہے، اس کے دل سے مدافعت اور مقابلہ کی قوت سلب ہو جاتی ہے۔ پتھر جب اپنے آپ پر شیشہ ہونے کا گماں کرتا ہے تو شیشہ ہو کر ٹوٹنے لگتا ہے۔ اے نوجوان! اگر تو اپنے آپ کو کمزور سمجھتا رہے گا تو ناتواں ہو کر مٹ جائے گا۔ اس دنیا میں جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات ہے۔ اگر رہرو، اپنے آپ کو ناتواں سمجھ لے تو گویا اس نے اپنی نقد جاں خود رہزن کے سپرد کر دی۔

اے نوجوان دشمن کے خوف سے آزاد ہو اور تیرے اندر ایک قوت پوشیدہ ہے۔ اپنی اس خوابیدہ قوت کو بیدار کر.

فارغ از اندیشہ اغیار شو
قوت خوابیدہ بیدار شو
سنگ چوں برخود گمان شیشہ کرد
شیشہ گردید و شکستن پیشہ کرد
ناتواں خود را اگر رہرو شمرد
نقد جان خویش رہزن سپرد

بال جبریل میں اقبال نے اپنی ایک نظم ابو العلا معری میں اس حقیقت کو اسطرح بیان کیا ہے کہ

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

راست می گویم عدو ہم یارتست
ہستی اُو رونقِ بازار تست

زندگی اگر ذوقِ خراش کھو دے تو موت سے بدتر ہو جاتی ہے۔

دل لرزتا ہے حریفانہ کشاکش سے ترا
زندگی موت سے کھو دیتی ہے جب ذوقِ خراش

اقبال کے نزدیک زندگی دوام پیکار مسلسل میں ہے۔ فرماتے ہیں کہ ساحل سے کنارہ کش ہو کہ وہاں زندگی بہت سست گام ہے۔ اگر دشمن نہ ہو تو ممکنات حیات (فطری صلاحیتوں) کے اظہار کا موقع ہاتھ نہیں آتا۔ اقبال مخالف قوتوں کو زیر کرنے کے لیے مسلسل پیکار ہی کو حیات جاوداں قرار دیتا ہے۔ وہ ساحلوں پر بیٹھ کر بزم عیش سجانے کی بجائے طوفانوں میں کود کر موجوں سے لڑنے کو زندگی سمجھتا ہے۔

میآ را بزم بر ساحل کہ آنجا
نوائے زندگانی نرم خیز است
بدر یا غلط و با موجش در آویز
حیات جاوداں اندر ستیز است

شیخ سعدی نے اپنے آپ کو زمانے کے مطابق ڈھال دینے کی نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا۔

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

مگر اقبال نے اس کے برعکس یہ درس دیا کہ اگر زمانہ تیرے ساتھ مطابقت نہیں کرتا تو اُسے اپنا تابع بن جانے پر مجبور کر دے۔

حدیث بے خبراں ہے تو با زمانہ بساز
زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ ستیز

عدو کشتِ انساں کے لئے ابرِ باراں کی طرح ہے۔ جو شخص خودی کے مقامات سے آگاہ ہے۔ وہ دشمن قوی کو فضل خدا سمجھتا ہے۔

ہر کہ دانائے مقاماتِ خودی است
فضل حق داند اگر دشمن قوی است
کشت انسان را عدو باشد سحاب
ممکنا تش رابر انگیزد زخواب!

Marfat.com
Marfat.com

اگر ہمت قوی ہے تو سنگ راہ خود سے پانی ہو جاتا ہے۔ سیل کے بہاؤ کے سامنے راستے کے نشیب و فراز کوئی حقیقت نہیں رکھتے بلکہ اہل ہمت کے نزدیک تو سنگ راہ، راہ عشق کا تازیانہ ہوتے ہیں۔ اہل عزم کی راہ میں حائل ہونے والا پتھر ان کی تیغ عزم کے لیے سنگ فساں بن جاتا ہے۔ اور قطع منزل ان کی تیغ عزم کا امتحان ہوتا ہے۔

سنگ رہ آب است اگر ہمت قوی است
سیل را پست و بلند جادہ چیست
سنگ رہ گردد فسان تیغ عزم
قطع منزل امتحان تیغ عزم

اے نوجوان! حیوانوں کی طرح کھانے پینے اور پڑے رہنے سے کیا حاصل۔ اگر تیری خودی مستحکم نہیں تو تیرا وجود بے کار ہے۔ اپنی خودی سے اپنے آپ کو اس قدر مضبوط و قوی بنالے کہ اگر تو چاہے تو کائنات کو درہم برہم کر سکے۔

مثل حیوان خوردن آسودن چہ سود
گر بخود محکم نہ بودن چہ سود
خویش را چون از خودی محکم کنی
تو اگر خواہی جہان برہم کنی

اگر اپنی خودی سے بیگانہ ہو کر فنا ہونا چاہتے ہو تو ... اگر بقا چاہتے ہو تو اپنے آپ میں آباد ہو جاؤ۔ اپنی خودی کو ... موت خودی سے غافل ہو جانے کا نام ہے۔ اسے جان و تن کی جدائی سمجھا ہے۔ خودی میں یوسف کی طرح مقام کر تاکہ اسیری کی چاہ سے شہنشاہی کے مصر کی جانب سفر کرسکو۔

گر فنا خواہی ز خود آزاد شو
گر بقا خواہی بخود آباد شو
چیست مردن از خودی غافل شدن
تو چہ پنداری فراق جان و تن
در خودی کن صورت یوسف مقام
از اسیری تا شہنشاہی خرام

اے غافل نوجوان تو اپنی خودی کو پہچان اور اس میدان میں ... جدوجہد کر ... تاکہ تجھے ... حاصل اسرار خودی ہو سکے۔

Marfat.com
Marfat.com

در خودی اندیش و مردِ کار شو
مردِ حق شو حاملِ اسرار شو

''اندر زنجات نقشبند المعروف بابائے صحرائی'' کے عنوان سے اقبال نے استحکام خودی کے موضوع پر چند حکیمانہ نصیحتیں، اسرار خودی میں نظم فرمائی ہیں۔ اقبال مسلمان کو بتاتے ہیں کہ اے بندہ حق تیرا پیکر اگرچہ مثل گل یعنی مٹی سے بنا ہے مگر تیری اصل زمینی نہیں ہے۔ تو نے بطن خودی سے جنم لیا اور تیرے اندر خودی کا نور چمکتا دکھائی دیتا ہے۔ تو اپنی خودی کو مستحکم کر کے تو حیات معلوم حاصل کر سکتا ہے۔

تو کہ از نورِ خودی تابندہ
گر خودی محکم کنی پائندہ

خودی ہی وہ متاع گراں بہا ہے کہ جسکی حفاظت تجھے جہاں میں سرافراز کر سکتی ہے۔ اور خواجگی کے مقام پر پہنچا سکتی ہے۔ اے مسلمان تو زندگی اور موت سے لرزاں و ترساں ہے۔ میں تجھے راز حیات بتاتا ہوں۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

اے مسلمان تو اگر زندگی کی حقیقت سے آشنا ہونا چاہتا ہے۔ تو مثل گوہر اپنے آپ میں غوطہ زن ہو جا اور اپنی معرفت حاصل کر۔

غوطہ در خود صورتِ گوہر زدن
یا پس از خلوت گاہِ خود سر برزدن

زندگی تو اپنے صدف میں گوہر بن جانے کا نام ہے۔ اپنے دل کے شعلے میں اتر جانے اور نہ پگھلنے کا نام ہے۔

زندگی درصدف خویش گہر ساختن است
در دلِ شعلہ فرورفتن و نگداختن است

حیات کیا ہے، اپنی خودی کے دریائے نور میں غوطہ زن ہونا۔ زندگی اپنی آپ میں تپ کر کندن بننے کا نام ہے۔

ہے شباب اپنے لہو کی آگ میں جلنے کا نام
سخت کوشی سے ہے تلخ زندگانی انگبیں

بحرِ خودی میں غوطہ زنی کیسے کی جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کسی ماہر فن غواص (مرشد کامل) سے یہ فن سیکھو۔ کسی مرد خبیر، ولی کامل کی صحبت سے فیضیاب ہو۔ کیونکہ دنیا میں کوئی فن بھی محض پڑھنے لکھنے سے حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لیے عمل شرط لازم ہے۔ اور بحر خودی میں غواصی کے لئے کسی صاحب فن غواص کامل کی شاگردی

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

تک انسان اپنی خودی کو نہ پہچانے اس کا جینا مرنا برابر ہے۔

اقبال نے اس ضمن میں مرشد رومیؒ اور شمس تبریزیؒ کی ملاقات کا ایک واقعہ نظم کیا ہے۔

''ایک دن شمس تبریزیؒ اپنے مرشد شیخ کمال الدین جنیدیؒ کے حکم سے مولانا رومؒ کے مکتب میں پہنچے۔ پوچھا کہ یہ غوغائے قیل و قال۔ یہ کتابیں، یہ مکتب، یہ سب کیا ہے؟ مولانا روم نے فرمایا۔ یہ ہماری علمی باتیں ہیں جو تمہاری فہم سے بالاتر ہیں جاؤ اپنی راہ لو۔ اس پر شمس تبریزیؒ جوش میں آگئے اور اپنی برق نگاہ سے مولانا روم کا سارا دفترِ کتب جلا کر راکھ کر دیا۔ اعجازِ عشق سے بیگانہ مولوی رومی نے پوچھا۔ یہ آگ کیسے لگ گئی۔ شمس تبریزیؒ بولے کہ یہ ذوق و شوق ہے۔ اس سے تمہارا کیا کام۔ یہ تمہارے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ اس واقعہ کو نظم کر کے اقبال کہتے ہیں کہ مسلمان کا علم سوزِ دل سے کامل ہوتا ہے۔ اور اسلام کے معنی ہر زوال آشنا چیز کو ترک کر دینا ہیں۔

علم مسلم کامل از سوزِ دل است
معنی اسلام ترکِ آفل است

سوزِ دل محبتِ الٰہی اور محبتِ رسول مقبول ﷺ کا استعارہ ہے۔ جب بندۂ حق کے دل میں اللہ اور اللہ کے رسول کی محبت کائنات کی ہر شے کی محبت پر غالب آجاتی ہے اور وہ کائنات کی ہر زوال آشنا شے سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ تو اس کا علم کامل ہوتا ہے۔

ترکِ آفل میں تلمیح ہے، اس قرآنی آیت کریمہ کی طرف۔

فلمّا افل قال انی لا اُحبُّ الآفلین

جب حضرت ابراہیمؑ نے ستارہ دیکھا۔ کہا کیا یہی میرا رب ہے۔ پھر جب وہ غروب ہوگیا تو کہا زائل ہو جانے والوں کو میں پسند نہیں کرتا۔ بندِ آفل کنایہ ہے ماسوی اللہ سے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا تمام اشیائے عالم زوال پذیر ہیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیمؑ بندِ آفل سے آزاد ہوگئے یعنی انہوں نے ماسوی اللہ کو ترک کر دیا تو آگ کے شعلوں میں بھی آرام سے بیٹھے اور ان کے وجود کے فیضان سے نار گل و گلزار ہوگئی۔

چو ز بندِ آفل ابراہیم رست
درمیانِ شعلہ ہا نیکو نشست

وہ براہیمی نظر جو ہر زوال آشنا چیز کو ترک کر کے اپنے رب کو پہچان لے اور وہ ایمان جو آگ کے جہنم کو گلزارِ جنت بنا دے ترکِ آفل ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

باغباناں امتحانم کردہ اند
محرم ایں گلستانم کردہ اند

گلستانے لالہ زار عبرتے
چوں گل کاغذ سراب نکہتے

تا زبند ایں گلستاں رستہ ام
آشیاں بر شاخ طوبیٰ بستہ ام

جان لو کہ دانش حاضر محض بت پرست و بت فروش و بت گر ہے۔ یہ تمہارے لیے حقیقت رسانی کا ذریعہ اور نور ہدایت کیسے بن سکتی ہے۔ یہ تو خود ایک حجاب اکبر ہے۔

دانش حاضر حجاب اکبر است
بت پرست و بت فروش و بت گر است

اس کے پاؤں مظاہر کائنات کے شکنجے میں قید ہیں۔ یہ عالم محسوسات کی حدود سے باہر قدم نہیں رکھ سکتی۔ اس دانش نے اہل مغرب کو مظاہر پرست بنا ڈالا ہے۔ اس کی فطرت سوز عشق سے آزاد رہی اور جہان جستجو میں یہ ہمیشہ ناشاد رہی ہے۔

پا بزندان مظاہر بستہ
از حدود حس بروں ناجستہ

فطرتش از سوز عشق آزاد ماند
در جہان جستجو ناشاد ماند

عشق عقل کی بیماریوں کا معالج ہے اور اس کے نشتر سے عقل کا جنون اچھا ہو جاتا ہے۔ عشق سارے عالم کا مسجود ہے۔ عشق سومنات عقل کا فاتح ہے۔ دانش حاضر کی بوتل میں عشق کی شراب کہیں نہیں ہے۔ اس لیے تجھے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

عشق افلاطون علتہائے عقل
بہ شود از نشترش سودائے عقل

جملہ عالم ساجد و مسجود عشق
سومنات عقل را محمود عشق

ایں مے دیرینہ در میناش نیست
شور یارب قسمت شبہاش نیست

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

اے امینِ حکمتِ ام الکتاب
وحدت گم گشتہ خود بازیاب

ہم مسلمان حصار ملت کے دربان ومحافظ ہیں مگر شعار ملت کو ترک کر کے منصب مسلمانی سے گر چکے ہیں۔ ہم محض نام کے مسلمان رہ گئے ہیں۔ اہل کفر ہماری مسلمانی پر خندہ زن ہیں۔

خندہ زن کفراست براسلام ما

ہمارے علماء عشق بتاں میں اپنا اسلام گنوا رہے ہیں اور ہمارے مشائخ صوفیا دین کے پردے میں دنیا کما رہے ہیں۔ صوفیانِ کرام فتویٰ فروش ہیں۔ واعظین کرام جاہ ومنصب پہ مرتے ہیں۔ ان کے دل لا الہ کے نقش سے عاری ہو کر صنم ہائے ہوس کا بت کدہ بن چکے ہیں۔

آنکھیں دیدۂ نرگس کی طرح بے نور ہو چکی ہیں اور سینے دل کی دولت سے خالی ہو چکے ہیں۔ نہ چشم بینا ہے۔ نہ دل پرنور، الغرض اعتبارِ ملت بیضا شکست

جب علماء ومشائخ ہی دین فروشی اور منصب پرستی پر اتر آئیں اس کے بعد ملت بیضا کو بربادی سے بچانے کی کیا تدبیر کارگر ہو سکتی ہے۔

چیست یاراں بعد ازیں تدبیر ما
رخ سوئے میخانہ دار دپیر ما

اقبال نے ایک موقع پر کہا تھا۔

''میرے آباو اجداد برہمن تھے۔ انہوں نے اپنی عمریں اسی سوچ میں گزار دیں کہ خدا کیا ہے۔ میں اپنی عمر اس سوچ میں گزار رہا ہوں کہ انسان کیا ہے۔ اسی فکر میں اقبال نے علوم قدیم وجدید کو کھنگالا۔ قرآن حکیم کے بحرِ ذخار میں غوطہ زنی کی اور انجام کار انسان کی حقیقت کو پالیا مگر اس کے اظہار کے لئے جامہ حرف تنگ پا کر اسے اشاروں اور کنایوں میں بیان کرنے کی کوشش کی۔

تو ہے فاتح عالم خوب وزشت
تجھے کیا بتاؤں تری سر نوشت
حقیقت پہ ہے جامہ حرف تنگ
حقیقت ہے آئینہ گفتار زنگ
فروزاں ہے سینے میں شمعِ نفس
مگر تاب گفتار کہتی ہے بس

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

نے شبہ ظاہر کیا تھا کہ

اس ذرہ کو رہتی ہے وسعت کی ہوس ہر دم
یہ ذرہ نہیں، شاید سمٹا ہوا صحرا ہے

آگے چل کر اپنی مشہور نظم "شمع و شاعر" میں انہوں نے زیادہ واضح انداز میں اس حقیقت کی ترجمانی فرمائی۔

اپنی اصلیت سے ہو آگاہ اے غافل کہ تو
قطرہ ہے لیکن مثال بحر بے پایاں بھی ہے
کیوں گرفتار طلسم ہیچ مقداری ہے تو
دیکھ تو پوشیدہ تجھ میں شوکت طوفاں بھی ہے
ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
تو اگر سمجھے تو تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

زندگانی کی حقیقت جان لینے کے ساتھ اقبال پر یہ حقیقت بھی منکشف ہوئی کہ زندگی یا جان اپنی قوت تسخیر سے آشکار ہوتی ہے۔ اس قوت تسخیر کو اقبال نے خودی کا نام دیا اور مسلمانوں کو اس قوت کی تربیت و استحکام کا سبق دیا کیونکہ وہ جان گئے تھے کہ غلامی سے نجات صرف خودی کی تربیت اور اظہار سے ممکن ہے۔

سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذت نمود میں ہے

اسی لیے اقبال نے اپنا سارا زور کلام خودی کی بیداری اور تربیت و استحکام کی تشریح و توضیح میں صرف کر دیا اور مسلمانوں کو بتایا کہ

زندگانی ہے صدف قطرہ نیساں ہے خودی
وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گہر کر نہ سکے
ہو اگر خود نگر و خود گر و خود گیر خودی
یہ بھی ممکن ہے کہ تو موت سے بھی مر نہ سکے

اقبال خودی کو اسلام کی روح قرار دیتے ہیں۔

روح اسلام کی ہے نور خودی نار خودی
زندگانی کے لیے نار خودی نور و حضور

اور ساتھ ہی یہ بھی بتاتے ہیں کہ خودی کی معراج کمال فقر ہے۔ اسلام کا دوسرا نام ہی فقر غیور ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

نہ حد اس کے پیچھے نہ حد سامنے
سبک اس کے ہاتھوں میں سنگ گراں
پہاڑ اس کی ضربوں سے ریگ رواں
ازل سے ہے یہ کشمکش میں اسیر
ہوئی خاک آدم میں صورت پذیر
خودی کا نشیمن ترے دل میں ہے
فلک جس طرح آنکھ کے تل میں ہے
خودی شیر مولا جہاں اس کا صید
زمیں اس کی صید آسماں اس کا صید
یہ ہے مقصد گردش روزگار
کہ تیری خودی تجھ پہ ہو آشکار

خودی کی زندگی کے بارے میں ارمغان حجاز میں فرماتے ہیں۔

خودی ہے زندہ تو ہے موت اک مقام حیات
کہ عشق موت سے کرتا ہے امتحان ثبات
خودی ہے زندہ تو دریا ہے بیکرانہ ترا
ترے فراق میں مضطر ہے موج نیل و فرات
خودی ہے مردہ تو مانند کاہ پیش نسیم
خودی ہے زندہ تو سلطان جملہ موجودات

مرد خودی کے عنوان سے ضرب کلیم میں فرماتے ہیں۔

خودی کی موت سے مغرب کا اندروں بے نور
خودی کی موت سے مشرق ہے مبتلائے جذام
خودی کی موت سے روح عرب ہے بے تب و تاب
بدن عراق و عجم کا ہے بے عروق و عظام
خودی کی موت سے ہندی شکستہ بالوں پر
قفس ہوا ہے حلال اور آشیانہ حرام

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

خودی کے آغاز کے بارے میں لفظی زبان غیب سے یہ نکتہ بیان کرتے ہیں

ز آغاز خودی کس را خبر نیست
خودی در حلقۂ شام و سحر نیست
ز خضر این نکتۂ نادر شنیدم
کہ بحر از موج خود دیرینہ تر نیست

اقبال خودی کی تربیت کے لیے کسی مرد کامل یا عاشق کی صحبت لازمی قرار دیتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ خدا سے خودی طلب کرتے رہو اور خودی سے خدا طلب۔

ز ہمہ کس کنارہ گیر صحبت آشنا طلب
ہم ز خدا خودی طلب ہم ز خودی خدا طلب

اقبال تعمیر خودی کو تعمیر حرم کی طرح مقدس کام سمجھتے ہیں فرماتے ہیں کہ خود کو بود و عدم کی کشمکش کے چکر سے باہر نکال اور اس جہان کیف و کم سے بلند تر ہو کر اپنے پیکر میں خودی کی تعمیر کر اور ابراہیم کی طرح معمار حرم ہو جا

برون از ورطۂ بود و عدم شو
فزون تر زین جہان کیف و کم شو
خودی تعمیر کن در پیکر خویش
چو ابراہیم معمار حرم شو

بال جبریل میں بھی خودی کی بے کرانیوں کا احوال صراحت بیان کرتے ہیں

خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں
تو آبجو اسے سمجھا اگر تو چارہ نہیں
خودی میں ڈوبتے ہیں پھر ابھر بھی آتے ہیں
مگر یہ حوصلۂ مرد ہیچ کارہ نہیں

جہاں استحکام خودی سے انسان عظمت آشنا ہوتا ہے وہاں ضعف خودی انسان کو حقیر و ذلیل بنا دیتی ہے۔

رائی زور خودی سے پربت
پربت زور خودی سے رائی

پیام مشرق میں فرماتے ہیں اگر تم گوہر کی طرح دریا کے دل میں اپنی خودی مستحکم کر لو تو تمہیں سیل بلا خیز کا کوئی ڈر نہ رہے گا۔

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

خودی کے ساز میں ہے عمر جاوداں کا سراغ
خودی کے سوز سے روشن ہیں امتوں کے چراغ

اقبال بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے ہیں

اے رب الناس انسانی خودی کو نئی تب و تاب عطا کر کے دنیا کو ایک نئے انقلاب سے آشنا کر دے

خودی را سوز تابے دیگرے دہ
جہاں را انقلابے دیگرے دہ

مشہور قول ہے اور کچھ لوگ اسے حدیث نبوی بھی قرار دیتے ہیں کہ

من عرف نفسه فقد عرف ربه جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا۔ اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔

اقبال کا مسلک فکر بھی یہی ہے کہ عرفان الٰہی کے لئے عرفان خویش شرط اولیں ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر خدا کو بے نقاب دیکھنا چاہتے ہو تو خودی کو فاش تر دیکھنا سیکھو

اگر خدا بینی خدا را فاش
خودی را فاش تر دیدن بیاموز

اگر قرب الٰہی کے خواہشمند ہو تو اپنی خودی سے قریب تر ہو جاؤ

خدا خواہی بخود نزدیک تر شو

اقبال کی نظر میں دین اپنی خودی کے اسرار کو پا لینے کا نام ہے اور زندگی بغیر دیدار خویش موت کے مترادف ہے۔

چیست دیں، دریافتن اسرار خویش
زندگی مرگ است بے دیدار خویش

اس لیے کہ خدا تک رسائی خودی تک رسائی کے بغیر ممکن نہیں۔ انسان اپنی خودی کا عرفان حاصل کر کے اور تکمیل خودی کے ارفع و اعلیٰ مقام پر پہنچ کر ہی ذات حق کا دیدار کر سکتا ہے۔ اور یہی حیات انسانی کا مقصود و منتہیٰ ہے۔

برمقام خود رسیدن زندگیست
ذات را بے پردہ دیدن زندگی ست

Marfat.com
Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

مراحلِ تربیتِ خودی

اطاعت: تربیت خودی کے مراحل میں سب سے پہلا مرحلہ اطاعت ہے۔ اطاعت کے معنی فرمانبرداری و بندگی کے ہیں۔ اطاعت سے مراد اللہ اور رسول کی اطاعت ہے۔ مطاع ہونے کے لحاظ سے اللہ اور رسول میں فرق نہیں ہے کیونکہ رسول کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔

من یُطع الرّسول فقد اطاع اللہ (۴۔۹۷)

''جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے بلاشبہ اللہ کی اطاعت کی''

تکمیل ایمان کی اولین شرط اور استحکام خودی کا پہلا مرحلہ اللہ اور رسول کی اطاعت ہے۔

واطیعوا اللہ والرسول لعلکم ترحمون (۳۔۱۳۱)

''اطاعت کرو اللہ اور رسول کی تاکہ تم پر رحمت نازل ہو۔''

اطاعت کے ساتھ ایک اور اصطلاح اتباع کی بھی مروج ہے۔ جس کے معنی پیروی کے ہیں۔ اتباع و اطاعت میں فرق یہ ہے کہ اتباع کے لیے متبوع کا ظاہری نمونہ اور اسوہ سامنے ہونا ضروری ہے۔ جبکہ اطاعت مطلق غلامی اور فرمانبرداری کا نام ہے۔ اسی لیے اللہ کی طرف اطاعت ہوتی ہے۔ اتباع نہیں۔ اتباع رسول اللہ ﷺ کی معرفت ہوتی ہے۔ اقبال کے نزدیک خودی عشق سے محکم ہوتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تربیت خودی کے اس مرحلہ میں محرک قوت عمل عشق ہی ہے۔ اطاعت کے لئے رضا و رغبت شرط لازم ہے اور یہ مطاع کے ساتھ عشق و محبت کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔ بغیر محبت اتباع محض دھوکہ اور نقالی اور ریاکاری ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اتباع رسول کو عشق الٰہی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم للہ

(اے حبیبؐ) آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔

ضرورت عشق کے بارے میں اقبال کہتے ہیں کہ

''اگر علماء و فقہا اور عوام کی تمام تر توجہ صرف اوامر و نواہی کی طرف مبذول ہو جائے تو دین رفتہ رفتہ ظواہر و شعائر میں محصور ہو کر ایک کالبد بے روح بن جاتا ہے۔ اسی حالت میں روح دین کی حفاظت کے لئے لازمی ہے کہ لوگوں کو ظاہر سے باطن کی طرف لایا جائے۔

ظواہر پر منحصر دین اور صرف معاملات سلجھانے والی فقہ، رفتہ رفتہ اس جذبے سے عاری ہو جاتے ہیں۔ جسے صوفیہ نے عشق کا نام دیا ہے اور عبادت کا مقصود صرف حصول ثواب رہ جاتا ہے جس سے آخرت میں جنت کی نعمتیں حاصل ہوں اور انسان دوزخ کے عذاب سے بچ جائے۔ اس طرح نیکی اور بدی کے اندر جو ذاتی اور نفسی

Marfat.com
Marfat.com

[illegible]

والذین آمنوا اشد حبا للہ

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

حضور سرور عالم ﷺ کی محبت ایمان کا معیار ہے۔ جس قدر آپؐ سے محبت شدید ہوگی اسی قدر ایمان کامل ہوگا اور خودی مستحکم ہوگی۔ قاضی عیاضؒ اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰؐ'' میں لکھتے ہیں کہ امت محمدیہ کے ہر مکلف فرد پر اپنے پیغمبر ﷺ کی محبت لازم وواجب ہے۔ اس حقیقت کے قرآنی ثبوت میں قاضی عیاضؒ یہ آیت کریمہ پیش کرتے ہیں۔

قُل ان کان اٰباء کم و ابنا ؤ کم و اخوانکم و از واجکم..... الخ

''(اے محبوب) آپ فرما دیجئے: (اے لوگو) اگر تمہارے باپ تمہارے بیٹے تمہارے بھائی تمہاری بیویاں تمہارے کنبے تمہاری کمائی کے مال اور وہ سوداگری جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور تمہاری پسند کے مکاں، ان میں سے کوئی چیز بھی اگر تم کو اللہ، اللہ کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہے تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا عذاب اتارے اور اللہ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا۔''

اس آیت کریمہ کی رو سے اللہ اور رسول کی محبت نیز جہاد فی سبیل اللہ کو قلب مومن میں وہ مقام حاصل ہونا لازم ہے کہ دنیا کی کسی دوسری شے یا رشتہ وتعلق کی محبت، اس محبت پر غالب نہ آسکے اور جسے کوئی شے اللہ اور اللہ کے رسول سے زیادہ محبوب ہے وہ بارگاہ احدیت سے مردود ہے اسے عذاب کا منتظر رہنا چاہیے حضور پرنور سرور عالم ﷺ کی مشہور حدیث پاک ہے۔

''تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا، جب تک میں اس کے نزدیک اسکی اولاد، اس، کے والدین اور دنیا بھر کے لوگوں سے محبوب تر نہ ہو جاؤں۔''

بندہ مومن جب یہ جانتا ہے کہ رسول خدا ﷺ کی طرف سے ہر امر اور ہر نہی یقیناً اس کے دین ودنیا اور معاش ومعاد کی بھلائی پر مبنی ہے اور اس کا یہ علم یقین کامل میں بدل جاتا ہے کہ واقعی رسول اللہ ﷺ اس سے سب سے بڑھ کر مہرباں اور سب سے زیادہ لطف وکرم فرمانے والے ہیں تو اس کے دل ودماغ یہ فیصلہ دیتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ وتسلیم ہی کے حکم کو دوسرے ہر کسی کے حکم پر ترجیح دینا چاہیے۔ یہ ہے بنیاد تعلق بالرسول کی اور یہ ہے ابتدا محبت رسول کی۔ یہ ایمان کا ابتدائی درجہ ہے۔ کمال ایمان یہ ہے کہ حضور ﷺ کی محبت بندہ مومن کے رگ وپے میں سما جائے اور دنیا کی تمام محبتوں پر غالب آجائے۔ محبت کے ذریعے اطاعت آسان ہو جاتی ہے۔ اگر شریعت کے ساتھ بندۂ مومن کا رابطہ عشق رسولؐ کے ذریعے استوار ہو تو شریعت کے قانون اور ضابطے اس کے لیے فرمانِ حبیب بن جاتے ہیں۔ شریعت تو انسان کے ظاہر سے معاملہ کرتی ہے مگر فرمانِ حبیب کی فرمانروائی اس کے ظاہر وباطن دونوں پر ہوتی ہے۔ محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ وتسلیم کے ساتھ والہانہ وابستگی اور اطاعت رسول مقبولؐ انسانی شخصیت پر عظیم اثرات مرتب کرتی ہے۔ حضور ﷺ کی غلامی میں آجانے کے بعد کائنات کی ہر شے بندہ مومن کے لیے مسخر ہو جاتی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

[illegible] ... ہوجائیں
[illegible]

[illegible] مجبوری [illegible] اختیاری قوتوں [illegible]
[illegible]

[illegible] اختیار [illegible]
[illegible]

[illegible] عشق [illegible] ہیں۔

[illegible] عشق
[illegible] عشق

[illegible] اصطلاح بھی استعمال [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] تقلید [illegible]
[illegible]

[illegible] ﷺ [illegible]
[illegible]

[illegible] تقلید [illegible]
[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

ضبطِ نفس

تربیت خودی کا مرحلہ دوم ضبطِ نفس ہے۔ نفس امارہ کے سرکش، بے لگام گھوڑے کو لگام ڈالنے اور اپنے آپ کو نفسانی خواہشات سے روکنے کا عمل ضبطِ نفس کہلاتا ہے۔ اس عظیم الشان کام کی طرف ہمیں یہ حکم خداوندی متوجہ کرتا ہے۔

والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا

حضور اکرم ﷺ نے اسے جہادِ اکبر قرار دیا ہے۔ ایک غزوہ سے واپسی پر آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔

"رجعنامن الجھاد الاصغر الی الجھاد الاکبر"

"ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں"

فرمانِ نبویؐ کے مطابق باطل کے خلاف بالسیف جہاد بالنفس کے مقابلہ میں جہادِ اصغر ہے۔ نفس امارہ کے خلاف جہاد، جہادِ اکبر ہے۔ مولانا روم نے ہر دو جہاد کی تعریف اسطرح فرمائی۔

ایں جہادِ اکبر و آں اصغر است ہر دو کار رستم است و حیدر است

(صاحبِ فقر، جہادِ اکبر اور جہادِ اصغر ہر دو کا مردِ میدان ہوتا ہے)

امام بوصیریؒ قصیدہ بردہ شریف، کے ایک شعر میں نفس کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں۔

والنفسُ کالطفل ان تُھملہُ شبَّ علی

حُبّ لرّ اضاع وان تفطمہُ ینفطم

(حسن الجراہ فی شرح قصیدہ البردہ، مکتبہ نبویہ لاہور ص ۴۲)

"نفس شیر خوار بچے کی مانند ہے۔ اگر اس کو دودھ پینے پر چھوڑ دیا جائے تو وہ دودھ پینے کی خواہش میں جوان ہو جائے گا اور اگر تو اس کا دودھ چھڑا دے گا تو چھوڑ دے گا۔"

حضور سرورِ عالم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے۔

اتقوا انّ الھویٰ حیض الرّجال

"تقویٰ اختیار کرو کہ نفسانی خواہشات مردوں کا حیض ہے۔"

جس طرح عورت کا حیض اسے نماز سے محروم کر دیتا ہے، اسی طرح خواہشات نفسانی کا غلبہ مرد کو نیکی سے روک دیتا ہے۔

فرمانِ نبویؐ ہے کہ "شیطان تمہارے جسم میں خون کی طرح گردش کرتا ہے۔ اس کے راستوں کو بھوک

Marfat.com
Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اسی مفہوم کو اقبال نے اپنے مخصوص انداز میں بیان کیا ہے۔

چیست روباہی تلاش ساز و برگ

شیر مولا جوید آزادی و مرگ

جز بہ قرآن ضیغمی روباہی است

فقر قرآن اصل شاہنشاہی است

نفسانی خواہشات درحقیقت مختلف انسانی جبلتوں کے تقاضوں کے نام ہیں۔ ان جبلی تقاضوں کا اظہار جبلت ہے لیکن اگر ان جبلی تقاضوں کو بلا روک ٹوک پورا کیا جائے اور نفس کو من مانی کرنے کے لیے کھلا چھوڑ دیا

Marfat.com
Marfat.com

جائے تو انسان نفسانی خواہشات کا غلام ہو کر رہ جاتا ہے۔ ھوئ نفس اس کا خدا بن جاتے ہیں اور وہ روگردانی الہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

اگر ان جبلی تقاضوں کو ایک ضابطہ کا پابند کر دیا جائے تو ان کی تجید (sublimation) ہو جاتی ہے۔ پھر یہ نفسانی قوتیں تخریب کی بجائے تعمیر پر صرف ہونے لگتی ہیں۔ اور ضبطِ نفس کی بدولت انسان پہاڑ کی طرح مضبوط کردار کا حامل بن جاتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں سمندر میں تنکے کی طرح کب تک زندگی گزارو گے۔ ضبط نفس کے ذریعے اپنے آپ کو پہاڑ کی طرح مضبوط بنالو تا کہ سمندر کی موجیں تمہارے ساتھ سر پٹخ پٹخ کر رہ جائیں۔

زیستن تاکے بہ بحر اندر چو خس
سخت شو چوں کوہ از ضبط نفس

مرشد رومیؒ فرماتے ہیں کہ ہوا و ہوس سے سر پھیر نا ہی سروری ہے۔ نفسانی خواہشات ترک کرنے سے انسان میں پیغمبرانہ قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ غصہ، شہوت اور حرص و آز کو ترک کر دینا ہی مردانگی اور رگ پیغمبری ہے۔

سرز ہوا تافتن از سروریست
ترک ہوا قوتِ پیغمبری ست
ترکِ خشم و شہوت و حرص آوری
ہست مردی ورگِ پیغمبری

ایک اور مقام پر مولانا فرماتے ہیں اگر تو چاہے کہ تیرے مشام جاں بوئے دوست سے تر و تازہ ہوں اور تجھ میں یار کی خو بو پیدا ہو تو ہوا و ہوس کو ترک کر دے

رو ہوا بگذار تا بوی خدا
در مشامت میر سدائے کدخدا
رو ہوا بگذار تا خوبت شود
واں مشام عنبریں بویت شود

''حضور ﷺ کا مشہور فرمان ہے'' پہلوان وہ نہیں جو کشتی میں کسی دوسرے پہلوان کو پچھاڑ دے پہلوان تو وہ ہے کہ جب اسے غصہ آئے تو وہ اپنے غیظ و غضب پر قابو پالے یعنی اپنے نفس کو اپنے قابو میں رکھے''

اقبال نے کہا

من غلام آں کہ بر خود قاہر است

اسرار خودی بیان کرتے ہوئے ضبط نفس کے باب میں اقبال فرماتے ہیں کہ تیرا نفس اونٹ کی طرح خود

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

فقر غیور

جو شخص از روئے جاں لا الہ کہتا ہے اور لا الہ پر اس کا یقین کامل ہوتا ہے حق اس کے بدن میں جان کی طرح موجود ہوتا ہے۔ اسکی گردن باطل کے سامنے کبھی نہیں جھکتی۔ خوف وہراس کبھی اس کے دل میں راہ نہیں پا سکتے اور وہ کبھی غیر اللہ سے مرعوب نہیں ہوتا۔ جو لا الہ کی سلطنت میں آباد ہو جاتا ہے وہ پھر تمام علائق دنیا کی پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ ماسوی اللہ سے قطع نظر کر کے رضائے مولا میں منہمک ہو جاتا ہے اور اس کے حکم پر اپنے جگر گوشہ کے گلے پر بھی چھری پھیرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

ہر کہ در اقلیم لا آباد شد
فارغ از بند زن واولاد شد
می کند از ماسوی قطع نظر
می نہد ساطور بر حلق پسر

وہ مرد حق ضبط نفس کے ذریعے فقر کے بلند و ارفع مقام پر فائز ہوتا ہے۔ ایسا جواں مرد تنہا پورے لشکر پر بھاری ہوتا ہے۔ اس کی نگاہ میں متاع جاں ہوا سے زیادہ ارزاں ہو جاتی ہے۔

با یکی مثل ہجوم لشکر است
جان بچشم او زباد ارزاں تر است

اقبال کہتے ہیں کہ عبادات اسلامی ضبط نفس کا ذریعہ ہیں۔ نماز جو کہ لا الہ کے صدف میں مثالِ گوہر ہے قلب مومن کے لیے حج اصغر کا درجہ رکھتی ہے۔ نماز کی مثال دستِ مسلم میں اس خنجر کی سی ہے جو برائیوں کی جڑ کاٹنے والا ہے۔

لا الہ باشد صدف گوہر نماز
قلب مومن را حج اصغر نماز
در کف مسلم مثالِ خنجر است
قاتلِ فحشا و بغی و منکر است

ان الصّلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر ۔ (القران)

''بے شک نماز برائی اور فحاشی سے روکتی ہے''

روزہ کے ذریعے بندہ حق بھوک پیاس کے لشکروں کو شکست دیتا ہے اور تن پروری کے خیبر کو فتح کر لیتا ہے۔

روزہ بر جوع و عطش شبخوں زند
خیبر تن پروری را بشکند

Marfat.com
Marfat.com

[illegible]

[illegible]

لن تنالوا البر حتی تنفقوا (قرآن)

[illegible]

(بال جبریل)

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔اسلام میں ترک دنیا یعنی رہبانیت کا تصور نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

و رهبانية ن ابتدعوا ها ما كتبنا ها (الايه)

(اور رہبانیت انہوں نے خود گھڑ لی ہم نے اسے ان پر فرض نہیں کیا تھا)

حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

لا رهبانية في الاسلام

(اسلام میں رہبانیت نہیں ہے)

اسلام اپنے ماننے والوں کو دین و دنیا میں اعتدال کی راہ دکھاتا ہے۔حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے۔

لاتنس نصيبک من الدنيا

(دنیا میں اپنا حصہ فراموش نہ کر)

شرح عقاید میں ہے۔

ترک الاسباب جهالة والا اعتماد عليها شرک

(اسباب دنیا کا ترک جہالت ہے اور ان پر اعتماد شرک ہے)

یہی حقیقی توکل ہے۔اقبال نے دین و دنیا میں اعتدال کی اسلامی فکر کو بیان کرتے ہوئے حضور سرور عالم ﷺ کی شان میں کہا ہے۔

از کلید دیں در دنیا کشاد

(آپ نے دین کی کنجی سے دنیا کا در کھولا)

ضبط نفس سے مراد دراصل اصلاح نفس ہے۔ضبط نفس دنیا میں رہ کر اسکی خواہش سے دل کو پاک رکھنے کا نام ہے۔تطہیر و اصلاح نفس اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان ان تمام خواہشات اور افعال سے مجتنب نہیں ہو جاتا جو اس کی فطرت سلیم کے خلاف ہیں اور ہر طرف سے منہ موڑ کر صرف محبوب حقیقی کا ہی نہیں ہو رہتا

وتبتل اليه تبتيلا (المزمل ۸)

''اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو رہو''

ترک عالم اختیار کوئے دوست

۔ضبط نفس تزکیہ نفس کا ذریعہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے تزکیہ نفس کو انسانی فلاح کا معیار قرار دیا ہے

۔ قدا فلح من زكها وقد خاب من دسها (۹۱-۸)

بیشک وہ شخص (اپنے مقصد حیات میں) کامیاب ہو گیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کر لیا اور وہ شخص ناکام رہا

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

فقر و جہاد لازم و ملزوم ہیں

اقبال کہتے ہیں کہ کچھ وقت کے لیے اپنے دل کے صحرا میں خلوت نشین رہ کر خواہشاتِ نفس اور طلبِ دنیا کو ترک کرو اور جانبِ حق ہجرت کرو۔ ہجرت کے لغوی معنی چھوڑ دینا، ترک کر دینا ہیں۔ ہجرت کی روح محبوب اشیائے دنیا کا ترک ہے۔ جب تک حرائے دل میں خلوت نشینی اور سوئے حق ہجرت گزینی اختیار نہ کی جائے اس وقت تک جہاد بالنفس میں کامیابی ممکن نہیں ہے۔ اقبال نے جنگ مومن کی تشریح کرتے ہوئے اسے ہجرت سوئے دوست، ترک عالم اختیار کوئے دوست اور رہبانیِ اسلام قرار دیا ہے۔

جنگ مومن چیست ہجرت سوئے دوست ترک عالم اختیار کوئے دوست
آنکہ حرف شوق با اقوام گفت جنگ را رہبانیِ اسلام گفت

ہجرت الی الحق سے انسانی خودی محکم ہو کر لوٹتی ہے، تو لات و عزائے ہوس کو پاش پاش کر دیتی ہے۔ اس معرکہ عظیم کو سر کر لینے کے بعد، انسانی خودی تکمیل پا کر عشق کی قوت حاصل کر لیتی ہے اور مقامِ فقر پر فائز ہو کر (انی جاعل'' فی الارض خلیفة) کی تفسیر بن جاتی ہے۔

اندکے اندر حرائے دل نشیں
ترک خود کن سوئے حق خلوت گزیں
محکم از حق شو سوئے خود گامزن
لات و عزائے ہوس راسر شکن
لشکرے پیدا کن از سلطانِ عشق
جلوہ گر شو بر سرِ فارانِ عشق
تا خدائے کعبہ بنوازد ترا
شرح انی جاعل'' سازد ترا

ضبطِ نفس کے باب میں اقبال نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شخصیت کو بطور نمونۂ کمال پیش کیا ہے۔ حضور سرورِ عالم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو مسجد نبوی کے صحن میں فرش زمین پر لیٹے ہوئے یا اس حال میں پایا کہ آپ کے بدن پر فرش مسجد کی مٹی چمٹی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا! اٹھ اے ابوتراب۔ (مٹی کے باپ)، اس دن سے آپکی کنیت ابوتراب مشہور ہو گئی۔ اقبال، حضرت علیؓ کے اسمائے مبارکہ کی شرح کرتے ہوئے ان کی اس کنیت ابوتراب کی تشریح فرماتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

خاک گشتن مذہب پروانگی است
خاک راب شوکہ ایں مردانگی است

برخاکِ خویش حکمرانی یا برخود قاہری اقبال کے نزدیک ضبطِ نفس کی معراج ہے۔

من غلام آں کہ بر خود قاہر است

اسی لیے اقبال فرماتے ہیں کہ اگر تو زیردست ہے تو برخود قاہری کے ذریعے زبردست بن جا۔ اگر خدا کا قرب چاہتا ہے تو اپنے قریب تر ہو جا

اگر زیری زخود گیری زبر شو
خدا خواہی بخود نزدیک تر شو

اس مصرع میں اشارہ ہے معجزہ رجعتِ شمس کی طرف۔

حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ صہبا کے مقام پر حضور سرور عالم ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گود میں سر رکھ کر آرام فرما رہے تھے۔ آپ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ نمازِ عصر کا وقت گزر گیا۔ حضرت علیؓ نے نماز ادا کرنی تھی جبکہ نبی کریم ﷺ نماز ادا فرما چکے تھے۔ حضرت علیؓ نے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے آرام میں خلل آنے کے اندیشہ سے اپنی نماز قربان کر دی۔ حضور ﷺ بیدار ہوئے تو حضرت علی نماز کے فوت ہونے کے غم میں اشکبار تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نماز قضا پڑھو گے یا ادا کرنا چاہو گے۔ آپ نے عرض کی اگر ادا ہو جائے تو کیا بات ہے۔ حضور ﷺ نے اذنِ الٰہی سے سورج کو حکم دیا اور سورج پلٹ آیا۔'') تربیت خودی کے مراحل، اطاعت اور ضبط نفس میں کسی مرشد کامل کی رہنمائی ناگزیر ہے۔ دراصل نفس امارہ بہت سرکش ہے اور اہلِ اللہ کی صحبت اختیار کیے بغیر اس پر قابو پانا مشکل ہے۔ اگر مرشد کی صحبت کے بغیر دلوں کا تزکیہ ممکن ہوتا تو اللہ تعالیٰ بعثتِ انبیاء کا سلسلہ جاری نہ فرماتا۔ بعثت انبیاء کا ایک عظیم الشان مقصد تزکیہ نفوس وقلوب بھی ہے۔ ویزکیھم (اور وہ ان کا تزکیہ فرماتے ہیں)

دم عارف نسیم صبحدم ہے
اسی سے ریشہء معنی میں دم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے
صلاحیت نبا شد ہیچ شے جز صحبت نیکاں
کہ قطرہ تا نیفتد در صدف گوہر نمی گردد

Marfat.com
Marfat.com

باب سوم

تکمیل خودی

خودی کو جب نظر آتی ہے قاہری اپنی
یہی مقام ہے کہتے ہیں جس کو سلطانی
یہی ہے مومن کی قوتوں کا عیار
اسی مقام سے آدم ہے ظل سبحانی

Marfat.com
Marfat.com

تکمیل خودی

بندہ حق مرشد کامل کی رہنمائی میں خودی کے مراحل تربیت طے کر لیتا ہے تو بندگی کے ارفع ترین مقام، نیابت الٰہیہ پر فائز ہوتا ہے۔ اسی مقام کو اقبال مقام فقر کہتے ہیں۔

یہی مقام ہے مومن کی قوتوں کا عیار اسی مقام سے آدم ہے ظلِ سبحانی

شان فقر کا حامل مرد خدا فقر کی تاثیر سے مولا صفات بن جاتا ہے اور زمان و مکان پر حکمران ہوتا ہے۔

فقر مومن چیست تسخیر جہات بندہ از تاثیر او مولا صفات

بندہ حق جب مولا صفات بن جاتا ہے۔ تو اس کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے اور وہ دستِ قدرت کی بے پناہ قوتوں پر متصرف ہوتا ہے۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں کار کشا و کار ساز
خاکی و نوری نہاد بندہ مولا صفات ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز
عقل کی منزل ہے وہ عشق کا حاصل ہے وہ حلقہ آفاق میں گرمی محفل ہے وہ

بندہ حق کی خودی جب عشق سے محکم ہوتی ہے تو نظام عالم کی ظاہری اور مخفی قوتوں کو مسخر کر لیتی ہے۔ بندۂ حق اسکی قوت سے پوری کائنات پر حکمران ہو جاتا ہے اور اس کے اشارۂ انگشت سے چاند دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔

از محبت چوں خودی محکم شود قوتش فرماندہِ عالم شود
پنجہ او پنجہ حق می شود ماہ از انگشت او شق می شود *
در خصومات جہاں گردد حکم تابع فرمانِ او دارا و جم

*اشارہ ہے معجزۂ شق القمر کی جانب جس کا ذکر قران و حدیث میں ہے۔ (اقتربت الساعۃ وانشق القمر (۵۴-۱) مقررہ ساعت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے ہم نبی پاک ﷺ کے ہمراہ منیٰ میں تھے کہ کفار کے معجزہ طلب کرنے پر آپ کی انگلی کے اشارے سے چاند شق ہو گیا اور اس کا ایک ٹکڑا پہاڑ (جبل نور) کی طرف چلا گیا۔

Marfat.com
Marfat.com

مقامِ فقر، نیابتِ الٰہی

از روئے قرآن اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین پر اپنا نائب یا خلیفہ بنا کر بھیجا۔ "انی جاعل فی الارض خلیفة" انسان میں اس عظیم ترین منصب پر فائز ہونے کی بنیادی استعداد فطری طور پر پائی جاتی ہے۔ وہ یہ استعداد ہے (؟) ... آدم ہونے کی حیثیت میں فطرت انسان بنتی ہے اور بعد مرشدیت سے تعلق رکھتی ہے۔ [illegible] (القرآن) [illegible] جلد ۹۰) کی ہدایت کی تمام تجلیات [illegible] لطافت و قوت [illegible] کی صلاحیت موجود ہے۔ [illegible] اسی قدر [illegible] اپنے اندر جذب کرتا جاتا ہے اسی قدر اس پر صبغۃ اللہ (اللہ کا رنگ) غالب آتا جاتا ہے اور وہ صفات کا مظہر الوہیت بنتا چلا جاتا ہے۔

نوری [illegible] نوری [illegible] نہاں [illegible] بندہ [illegible] مولا صفات

حضور سرور محمد ﷺ تو آئینہ ذات حق ہیں (من رانی فقد رای الحق) اور اسماء و صفات الٰہیہ کے مظہر اتم ہیں۔ آپ میں یہ دونوں شانیں بتمام و کمال موجود ہیں۔ اس لئے آپ برزخِ کبریٰ ہیں۔

اِدھر مخلوق میں شامل اُدھر اللہ سے واصل
خواص اس برزخِ کبریٰ میں ہے حرفِ مشدد کا

(امام احمد رضا خان بریلوی)

شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف "فصوص الحکم" کے ایک باب میں خلیفۃ اللہ کی تخلیق کا سبب اور نائب حق کی صفات کو بیان کیا ہے۔ تخلیق آدم کا سبب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اپنی جلوہ فرمائی کے لیے آئینہ کائنات کو سنوارا۔ یہ آئینہ عالم ہر طرح سے درست تھا مگر آدم کے بغیر یہ ایک ایسے آئینے کی طرح تھا جو صیقل شدہ نہ ہو۔ حق تعالیٰ نے آدم کے ذریعے آئینہ عالم کو جلا بخشی اور اس آئینے کی جلا پانے کے بعد یہ کائنات ایک ایسا آئینہ بن گئی جس میں منعکس حسن و جمال معشوق ازلی خود اپنا جلوہ دیکھ رہا ہے۔ فصوص الحکم کے اسی باب کی "فص آدمیہ" میں شیخ اکبر نے خلافت الہیہ کی اس خصوصیت کو واضح کیا ہے کہ آدم خلیفۃ اللہ ہونے کی حیثیت سے مظہر الوہیت ہے۔ چونکہ الوہیت کا خاصہ اقتدار اور تسخیر ہے اس لیے آدم میں اقتدار و تسخیر کائنات کی استعداد ہونی لازم ہے۔ بصورت دیگر وہ خلافت و نیابت الہیہ کا اہل نہیں ہو سکتا اور اس کی تخلیق کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ اقبال کے ہاں بھی نیابت کا مفہوم یہی پایا جاتا ہے۔ وہ شیخ اکبر ابن عربی سے متاثر تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ جہاں تک مجھے علم ہے فصوص الحکم میں سوائے الحاد و زندقہ کے اور کچھ نہیں

Marfat.com
Marfat.com

ہے'' لیکن یہ غلط فہمی اس لیے پیدا ہوئی کہ اقبال کے ذہنی ارتقا کے سفر کو بتمام وکمال سامنے نہیں رکھا جاتا۔ فصوص الحکم کے بارے میں اقبال کی یہ رائے 1915 میں تھی۔ جب انہوں نے ابن تیمیہ کی تصانیف کا مطالعہ کیا اور شیخ اکبر کے بارے میں گمراہ کن باتیں پڑھ کر ان سے بدظن ہو گئے۔ شیخ اکبرؒ کی فصوص الحکم کے بارے میں ان کی یہ رائے درحقیقت ابن تیمیہ ہی کی رائے ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ابن تیمیہ ان صورت پرستوں میں سے ہیں جنہیں ارباب ظواہر'' کہا گیا ہے۔ جو یداللہ اور وجہ اللہ وغیرہ کی تاویلات کو کفر سمجھتے ہیں۔

بعد میں جب اقبال نے خود فصوص الحکم کا مطالعہ کیا تو وہ شیخ اکبرؒ کی جلالتِ شان کے قائل ہو گئے اور ان کے بعد کے کلام زبورِ عجم، جاوید نامہ میں شیخ اکبرؒ کے افکار سے بھرپور استفادہ کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ شیخ اکبر کی اتباع میں اقبال یہ سمجھتے ہیں کہ اگر آدم تسخیر کائنات کی استعداد کو عملاً ظاہر نہیں کرتا تو وہ خلافت الہیہ کے مقامِ رفیع پر فائز نہیں ہو سکتا۔ جب تک نائب میں منوب کی صفات بالفصل موجود نہ ہوں، وہ نیابت کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ نائب حق کی تعریف کرتے ہوئے اقبال کہتے ہیں کہ دنیا میں خلیفہ اللہ ہونا کس قدر عظمت وشان کا حامل ہے۔ نائبِ حق عناصر پر حکمران ہوتا ہے۔ نائبِ حق جان جہان ہوتا ہے اس کی ہستی دنیا میں اسمِ اعظم کا سایہ ہے۔ وہ جزو کل کے رازوں سے آگاہ ہوتا ہے اور دنیا میں قائم بامر اللہ ہوتا ہے۔

نائب حق در جہاں بودن خوش است
بر عناصر حکمراں بودن خوش است
نائب حق ہمچو جان عالم است
ہستی او ظلِ اسمِ اعظم است
از رموز جزو کل آگہ بود
در جہاں قائم بامر اللہ بود

نائب حق جب زمانے کے گھوڑے کی لگام ہاتھ میں لیتا ہے تو اس کی رفتار تیز تر کر دیتا ہے۔ بندہ حق کی ہیبت دریائے نیل کو خشک کر دیتی ہے۔ اس کے لبوں سے کلمہ قم سن کر مردہ جانیں قبر میں اس طرح اٹھ کھڑی ہوتی ہیں جیسے باغ میں سرو وصنوبر۔ اس کی ذات کائنات کی توجیہ ہے اور اس کا جلال کائنات کی نجات کا وسیلہ ہے۔

چوں عناں گیرد بدست آں شہسوار
تیز تر گردد سمندِ روزگار
خشک سازد ہیبتِ او نیل را
می برد از مصر اسرائیل را

Marfat.com
Marfat.com

از قم او خیزد اندر گور تن
مرده جانها چون صنوبر در چمن
ذات او توجیه ذات عالم است
از جلال او نجات عالم است

Marfat.com
Marfat.com

طالب ومطلوب

شیخ اکبر ابن عربیؒ کے مطابق حق تعالیٰ حسن وعشق کا منبع ہے۔ اس میں عاشق ومعشوق بردو شانیں موجود ہیں اور یہ کائنات اس کے تقاضائے حسن کا نتیجہ ہے حدیث قدسی ہے۔ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان عرف فخلقت الخلق اور ایک اور روایت میں ہے۔ ''میں ایک چھپا ہوا خزانہ (حسن مخفی) تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ پس میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ پس میں نے نور محمد کو تخلیق کیا۔''

تخلیق کائنات کا سبب چاہت ہے۔ حق تعالیٰ نے چاہا کہ کوئی اس کے حسنِ ازلی کا پرستار، اس کا چاہنے والا، اس کا طالب ہو۔ پس اس نے نورِ محمد ﷺ کو تخلیق فرمایا جو جن وانس اور پوری کائنات کی جان ہے۔ جس سے پوری کائنات اور ارواح عالم کو تخلیق فرمایا گیا۔ پھر ان ارواح کے مجمع میں یوم الست، معشوق حقیقی اور عشاق کے درمیان قول وقرار ہوا۔ الست بربکم، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ قالوا بلیٰ سب نے کہا! ہاں ہم گواہ ہیں۔ اور جب حق تعالیٰ نے زمین، آسمانوں، پہاڑوں شمس وقمر ونجوم ساری کائنات کو پیدا کیا اور ان سب کے سامنے بارِ امانت پیش کیا گیا کہ کون ہے جو یہ بارِ امانت اٹھائے تو سب خاموش رہے۔ ان کی خامشی اور انکار بجا تھا کہ ان میں عشق الٰہی کو سہارنے کی تاب نہ تھی۔ وہ یہ بارِ امانت کیسے اٹھاتے۔ پھر ظالم وجاہل انسان نے بلا تامل اس بارِ عظیم کو اٹھالیا اور ؎

نعرہ زد عشق کہ خونیں جگرے پیدا شد
حسن لرزید کہ صاحب نظرے پیدا شد

قرآن حکیم میں اس واقعۂ عظیم کا ذکر اس طرح فرمایا گیا۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

''ہم نے پیش کی اپنی امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے تو انہوں نے اسے اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ ڈر گئے۔ اس سے، اور اٹھالیا اس کو انسان نے بیشک یہ ظلوم وجہول ہے۔

علامہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

''اس سے وہ امانت مراد ہے جسے صرف انسان اٹھا سکتا ہے اور کوئی مخلوق اسے اٹھانے کی ہمت واہلیت نہیں رکھتی۔ اگر اس امانت سے مراد احکامِ شرعیہ ہوں تو یہ صرف انساں کی خصوصیت نہیں بلکہ جن اور ملائکہ بھی مکلف ہیں۔ اسطرح انکی فضیلت انسان پر لازم آتی ہے کیونکہ ان کی شان تو یہ ہے کہ وہ دن رات تسبیح میں مصروف رہتے ہیں اور ذرا نہیں تھکتے مگر انسان کی یہ حالت نہیں ہے۔ صوفیائے کرام نے امانت کی تفسیر نور العقل اور نار العشق

Marfat.com
Marfat.com

ہوتی ہے۔ نور عقل استدلال کے ذریعے معرفت کی دلیل بنتا ہے اور نور عشق تجلیات [illegible] معرفت کی [illegible] کرتی ہے۔ [illegible] شیخ [illegible] جیسے کہ ایک شخص [illegible] عقل اور عشق کی بدولت [illegible] تک پہنچتا ہے [illegible] انسان کی [illegible] ہے۔

[illegible] بے جذب [illegible]

[illegible] عشق [illegible]

[illegible] پوچھے [illegible]

[illegible] تماشائی [illegible] تماشائی

[illegible] فرماتے ہیں کہ انسان میں دو قوتیں ودیعت شدہ ہوتی ہیں [illegible] قوتیں [illegible] میں تعلق اور [illegible] پیدا ہوتا ہے [illegible] عقل [illegible] کی وجہ سے [illegible] عقل [illegible] اور مشقت [illegible] پیدا ہوتا ہے [illegible] مشکل [illegible] اور استقامت سے برداشت کرتا ہوا [illegible] تک پہنچ جاتا ہے [illegible] یہ دو قوتیں انسان میں نہ ہوتیں تو وہ ہمیشہ ساحل عافیت پر [illegible] آیت کی تفسیر میں حضرت جنید بغدادی [illegible] نے ایک نہایت پر لطف بات کہی ہے۔

فرماتے ہیں [illegible] بار امانت [illegible] وقت آدم کی نظر امانت [illegible] پر پڑی [illegible] امانت [illegible] کے پیش کرنے میں جو لطف و سرور تھا اس نے امانت کی گرانی کو نظروں سے اوجھل [illegible] لطف ربانی نے آدم کی اس نیاز مندی اور ہمت سے خوش ہو کر اسے اس بار عظیم کو اٹھانے کی توفیق [illegible] حوصلہ عنایت فرمایا۔

[illegible] زاہد و قوال [illegible]

[illegible] زاہد [illegible] قوال [illegible] برداشت

برداشتن [illegible] نگاہ [illegible] داشتن [illegible]

مولانا جامی ''ظلوماً جہولاً'' کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

انسان کے سوا کسی نے اس بار امانت کو قبول نہ کیا [illegible] سبب یہ ہے کہ انسان ظلوم و جہول ہے [illegible] ہے [illegible] اس نے اپنی ہستی کو [illegible] کے لیے فنا کا [illegible] کیا اس کا [illegible] یہ ہے کہ حق [illegible]

نقش اپنی لوحِ دل سے مٹا دیا ہے۔ کیسا اچھا ظلم ہے، یہ کہ جو عین معدلت ہے اور کیسی اچھی جہالت ہے کہ جو معرفت کی جان ہے۔

غیر انسان کس نکرد قبول
زانکہ انسان ظلوم بود وجہول
ظلم او آں کہ ہستی خودرا
ساخت فانی بقائے سرمد را
جہل اوآں کہ ہرچہ جز حق بود
صورت آں ز لوح دل نزدود
نیک ظلمے کہ عین معدلت است
نقر جہلے کہ مغز معرفت است

اقبال دور اول کی ایک غزل کے مطلع میں اسی مفہوم کو یوں بیان کرتے ہیں

سختیاں کرتا ہوں دل پر غیر سے غافل ہوں میں
ہائے کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں جاہل ہوں میں
ہے مری ذلت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل
جس کی غفلت کو فلک روتے ہیں وہ غافل ہوں میں

انسان کا یہ ظلم وجہل درحقیقت صد علم وعدل ہے۔ اذاجاوز شئی حدہ انعکس ضدہ کے مصداق جب کوئی شے حد سے تجاوز کر جائے تو اپنی ضد سے بدل جاتی ہے۔ یہاں ظلوم وجہول صیغۂ مبالغہ ہے۔ چنانچہ جب یہ دو صفتیں حد سے بڑھ گئیں تو اپنی ضد سے مبدل ہوگئیں۔ اس لئے ظلوماً جہولا انسان کی مدح ہے نہ کہ ذم۔

حضرت آدم نے بار امانت جو ان کی طاقت سے بہت زیادہ تھا، ہمت عالی کیساتھ برداشت کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آدم نے اپنے نفس پر ظلم کیا اور جاہل اس لئے کہا گیا کہ وہ غیر حق سے جاہل ہے۔ انسان اس بار امانت کو یارِ حقیقی کی مدد سے اٹھانے میں کامیاب ہوا۔

آں بار کہ از بردن او عرش ابا کرد
باقوتِ تو حامل آں یار تواں بود

میر تقی میر نے بھی اسی بارِ امانت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا تھا

سب پہ جس بار نے گرانی کی

Marfat.com
Marfat.com

اس بار کو یہ ناتواں اٹھا لایا

اس بار امانت کی خلقت سوائے اس انسان کی قامت زیبا کے۔ انی جاعل فی الارض خلیفۃ کا منشور جس کے نام لکھ دیا گیا کسی پر راست نہ آئی اور اس عظیم اہم با شان کام کا ذمہ لیتے اور اس ہمت آزما کام کو کرنے کے سبب اس کا نام ظلوما جہولا رکھا گیا تاکہ حاسدین کی چشم زخم سے دور رہو

تا کور شود آنکہ نتواند دید

اقبال اسرار خودی میں مسلمانوں کی توجہ آداب امانت کی طرف مبذول کراتے ہوئے کہتے ہیں۔ اے بندہ مومن تو آداب امانت سے بے خبر ہے۔ یہ بار امانت پوری کائنات پر تیرے غلبہ و تفوق کا مظہر ہے۔ اپنے آپ کو پوری کائنات سے بہتر شمار کر اور رموز حیات سے آگاہ ہو کر غیر اللہ سے بے نیاز ہو جا تیرا ظلم و جہل غیر اللہ سے ہے۔

اے ز آداب امانت بے خبر
از دو عالم خویش را بہتر شمر
از رموز زندگی آگاہ شو
ظالم و جاہل ز غیر اللہ شو

رب حق طالب بھی ہوتا ہے اور مطلوب بھی۔ سورۃ بقرہ میں ارشاد ہوا "اور وہ جو ایمان والے ہیں ان کی محبت اللہ تعالیٰ کے لیے بہت شدید ہے۔

حق تعالیٰ معشوق بھی ہے اور عاشق بھی محب بھی ہے محبوب بھی۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

(اے حبیب آپ فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا)

حق تعالیٰ فرماتا ہے "اگر میرا بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے تو میں اس کی طرف ایک گز بڑھتا ہوں۔ وہ اگر میری طرف چل کر آتا ہے تو میں دوڑ کر اسے اپنی آغوش رحمت میں لے لیتا ہوں۔

فاذکرونی اذکرکم

"پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا۔"

محبت کے بغیر کوئی کسی کو یاد نہیں کیا کرتا۔ ذکر کیا ہے؟ قلب کو محبوب کے تصور سے آباد کرنا اور اس سے ما سوا جملہ تصورات سے پاک کرنا۔

تخلیق آدم کا مقصد یہی ہے کہ وہ اپنے رب کا تقرب حاصل کرے۔ اس سے محبت کرے۔ انسان کا ... غالب

Marfat.com
Marfat.com

تلاش میں ہو۔ اقبال نے اپنی ایک غزل میں اسی تصور کو پیش کیا ہے۔

ہم اس خدا سے گمشدہ ہیں جو ہماری جستجو میں ہے

جیسے ہم نیاز مند ہیں وہ بھی ہمارا طلبگار ہے، جس طرح ہم اس کے لیے بیتاب ہیں، وہ بھی ہم سے وصال کا آرزومند ہے۔ کبھی برگ لالہ پہ اپنا پیغام لکھ کر بھیجتا ہے۔ کبھی اس کا پیام شوق مرغان چمن کی نغمہ سرائی میں ظاہر ہوتا ہے۔ وہ نرگس کی آنکھ میں آ بیٹھتا ہے کہ ہمارے جمال کا مظاہرہ کرے۔ اس کا یہ کرشمۂ قدرت دیکھو کہ وہ چشم نرگس کے ذریعے محوِ گفتگو ہوتا ہے۔ اس کی اس آہِ سحر گاہی سے کہ جو وہ ہمارے فراق میں کھینچتا ہے بوقت صبح کائنات میں بادِ سحر چلتی ہے۔

ما از خدائے گمشدہ ایم او بہ جستجو است
چوں ما نیاز مند و گرفتارِ آرزوست
گاہے بہ برگ لالہ نویسد پیام خویش
گاہے درونِ سینہ مرغاں بہ ہاؤ ہوست
در نرگس آرمید کہ بیند جمال ما
چنداں کرشمہ داں کہ نگاہش بہ گفتگو ست
آہے سحر گہے کہ زند درفراق ما
بیروں و اندروں زبروز یر وچار سوست

حضرت پیرِ پیراں غوث الاعظم محبوب سبحانی فرماتے ہیں۔

''صرف اللہ تعالیٰ کی محبت طلب کر، ابتداء میں تو اللہ سے محبت کرتا ہے تو تو مرید ہے اور وہ تیری مراد ہے اور انتہا میں تو مراد ہے اور وہ تیرا مرید ہے، غافل جو تجھ سے پیار کرتا ہے تو بھی اس سے پیار کر''

اقبال فرماتے ہیں

نہ تو اندر گنجی نہ در در بتخانہ می آئی
ولیکن سوئے مشتاقاں چہ مشتاقانہ می آئی

غرض یہ کہ اللہ تعالیٰ محض مطلوب ہی نہیں طالب بھی ہے۔ جس طرح ہم اس کے طلب گار ہیں وہ ہمارا طلب گار ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ بندہ اپنے رب سے محبت کرے اور اسکا رب اسکی محبت کا جواب محبت سے نہ دے ۔اس نے تو یہ کارخانہ قدرت پیدا ہی محبت کے لیے فرمایا ہے۔

بقول شیخ اکبرؒ۔ وہ حرکت جو سبب ہوئی وجود عالم کا، حق تعالیٰ کی ''حرکت حبی'' تھی۔

Marfat.com
Marfat.com

کنت کنزاً مخفیاً فاحببت

جس ... ذات ایک مخفی خزانہ تھی پس میں نے چاہا کہ میں ظاہر ہو جاؤں۔

قرآن حکیم نے انسان کی تخلیق کا مقصد عبادت بیان کیا ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

(میں نے جن اور انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا)

اہل فقر کہتے ہیں کہ عبادت سے مراد معرفت ہے اور معرفت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک معبود کی محبت دل میں پیدا نہ ہو۔ جب تک معبود سے سچی محبت نہ ہو اس وقت تک معرفت ممکن نہیں ہوتی۔

حق تعالیٰ محبوب حقیقی ہے۔ محبت حق تعالیٰ کی طرف سے اور عشق بندے کی طرف سے ہوتا ہے۔ تو بندے کی طرف سے حقیقی عشق ... [illegible] ... جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

یعنی فرمایا میں تمہیں یاد کرتا ہوں تم بھی مجھے یاد کرو۔ حق تعالیٰ کی ذات ... [illegible] ... عشق ... مقام ... [illegible] ... اسی طرح حق تعالیٰ ... [illegible] ...

بندہ اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے تو رب تعالیٰ اسے اپنی آغوش رحمت میں لے لیتا ہے۔

یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ

اے اطمینان والے نفس (وہ نفس جو عشق کی آگ میں جل کر ... [illegible] ...) اپنے رب کی طرف لوٹ آ اس حال میں کہ تو اپنے رب سے راضی اور تیرا رب تجھ سے راضی ہے۔

کہتے ہیں عبد اور معبود ... ایک ... [illegible] ... دونوں ... [illegible] ... ہیں۔ ... [illegible] ...

عبد و معبود در میان ... [illegible]

... حجاب اند از ... عشق ...

زندگی ... جان باشد ... [illegible]

حل ... نقطہ ... [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

اطاعت اور ضبطِ نفس کے مراحل طے کر کے بندۂ حق نیابت الٰہی، مقام فقر پر فائز ہوتا ہے، تو وہ طالب سے مطلوب بن جاتا ہے اور اسے قرب الٰہی میسر آتا ہے۔ قرب الٰہی نائبِ حق کو حیاتِ دوام عطا کرتا ہے۔ حیاتِ دوام یا حیاتِ مطلق وہ زندگی ہے جو زمان و مکان کی قیود سے بالاتر ہے۔ اور صرف حق تعالیٰ کی ہے۔ بندہ جب معیتِ حق میں زندگی بسر کرتا ہے تو قربِ خداوندی سے زمان و مکاں کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔

وھو معکم انما کم

(اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو)

جسے معیتِ خداوندی کا مقام حاصل ہو جائے وہ خدا کے ساتھ ہوگا۔ اور جہاں خدا ہوگا، وہیں بندہ بھی اور ہر خوف و غم سے آزاد ہوگا۔

حق تعالیٰ زمان و مکان سے ماورا ہے تو بندۂ مولا صفات بھی زمان و مکاں سے ماورا ہو جاتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں، یہ حق ہے کہ وہ زندہ ہے اور اسے کبھی موت نہیں آنی۔ اس کے ساتھ زندہ رہنا حیاتِ دوام ہے۔

آنکہ حی لایموت آمد حق است

زیستن باحق حیاتِ مطلق است

بندۂ حق ہر لمحہ معیت الٰہی کے احساس سے سرشار رہتا ہے۔

نحن اقرب الیہ من حبل الورید (ہم اسکی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں)

کا فرمان خداوندی اس پر ہمہ وقت قربِ کریم کا احساس طاری رکھتا ہے۔ اقبال کے نزدیک کمالِ زندگی دیدار ذاتِ الٰہی ہے۔ اس طرح کہ وہ تمہیں دیکھے اور تم اسے دیکھو اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بندہ زمان و مکان پر غالب آجائے۔

کمال زندگی دیدارِ ذات است

طریقش رستن از بندِ جہات است

چناں با ذات حق خلوت گزینی

ترا او بیند و، او را تو بینی

رستن از بند جہات یعنی زمان و مکان پر غالب آنے کا دوسرا نام فقر ہے۔ یہ غلبہ و تسلط کمالِ اطاعت اور کمالِ ضبطِ نفس سے حاصل ہوتا ہے جو انسان کو مقصودِ حیات، دیدارِ الٰہی تک پہنچاتا ہے۔ دیدار کے لیے شرط یہ ہے کہ جس کا دیدار مطلوب ہے خود بھی وہی ہو جاؤ۔ مولانا روم فرماتے ہیں اگر قیامت دیکھنا چاہتے ہو تو قیامت بن جاؤ۔ ہر شے کے دیکھنے کی یہی شرط ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

پس قیامت شو قیامت را ببیں
دیدن ہر چیز را شرط است ایں

لہٰذا اگر دیدارِ الٰہی چاہتے ہو تو اپنے اندر مولا صفاتی پیدا کرو۔ جب تک دوئی اور غیریت مٹ نہ جائے دیدار ممکن نہیں ہے۔ فقر بندۂ حق کو مولا صفات بنا دیتا ہے۔ جب مردِ مومن میں صفاتِ حق جلوہ گر ہوتی ہیں وہ ایک قدم اور آگے بڑھتا ہے۔ اپنے آقا و مولا حضور سید عالم ﷺ کی اتباع میں دیدارِ ذات کو اپنا مقصود بناتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ مردِ مومن صرف صفات پر مطمئن نہیں کیونکہ اس کے آقا و مولا مصطفی ﷺ دیدارِ ذات سے کم درجہ پر راضی نہیں ہوئے۔

مردِ مومن در نسازد با صفات
مصطفیٰ راضی نشد الا بذات

کیونکہ وہ اس راز سے باخبر ہوتا ہے کہ زندگی کا مقصد اس مقامِ رفیع تک پہنچنا ہے جو خدا نے اس کے لیے مقرر کیا ہے اور مقام وہ ہے جہاں ذاتِ حق کو بے پردہ دیکھا جا سکتا ہے۔

بر مقامِ خود رسیدن زندگی است
ذات را بے پردہ دیدن زندگی است

وہ مقام قربِ الٰہی کا ایسا مقام ہے جس کا بیان لفظوں میں ناممکن ہے۔ مولانا روم کے فرمان کے مطابق ربّ الناس کا جانِ ناس کے ساتھ ایسا قرب و اتصال کہ جو بے تکیف اور بے قیاس ہے اور جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔

اتصالِ بے تکیف، بے قیاس
ہست ربّ الناس را با جانِ ناس

Marfat.com
Marfat.com

فقر توحید کا مترادف ہے !

مطالعہ افکارِ اقبال سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فقر اور توحید ایک ہی شان کے دو نام ہیں۔
توحید کیا ہے۔ لا الہ الا اللہ! اقبال فرماتے ہیں

خودی کا سر نہاں لا الہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الہ الا اللہ

اس شعر میں خودی بمنزلہ تیغ ہے اور کلمہ توحید بمنزلہ فساں ہے
اسی حقیقت کو ایک دوسرے انداز میں اس طرح پیش کرتے ہیں

چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغ خودی
ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کار سپاہ

اس میں اقبال خودی کو بمنزلہ تیغ اور فقر کو بمنزلہ فساں قرار دیتے ہیں۔

دونوں شعر پڑھنے کے بعد ہم اس حقیقت کو پالیتے ہیں کہ فقر و توحید ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں ہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ بندہ حق کی خودی جب تک فقر کی سان پر نہیں چڑھتی وہ اپنا مقصود حیات نہیں پا سکتا۔ جب اس میں رنگِ فقر پیدا ہو جاتا ہے تو پھر وہ کائنات پر چھا جاتا ہے اور سلطان و امیر اس کے بستہ فتراک ہو جاتے ہیں توحید اسلام کی بنیاد ہے اور اقبال کے نزدیک اسلام کا دوسرا نام فقرِ غیور ہے۔

فقر کا یہ رنگ صبغت اللہ ہے جسے قرآن حکیم میں احسن ترین رنگ قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کے حصول کے لئے اطاعت کو شرط لازم گردانا گیا ہے۔

صبغۃَاللّٰہ ومَن احسنُ من اللّٰہ صبغۃً و نحنُ لہٗ عٰبدون۔

(کہدو کہ ہم نے) اللہ کا رنگ (اختیار کر لیا ہے) اور اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے اور ہم اس کی عبادت کرتے ہیں۔

اقبال مسلمان کو اپنے اندر مولا صفاتی اور صبغۃ اللہ پیدا کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

قلب را از صبغۃ اللہ رنگ دہ
عشق را ناموس و نام وننگ دہ

صبغۃ اللہ وہ توحید کا رنگ ہے جو بندہ خدا میں عشق الٰہی سے پیدا ہوتا ہے عشق کا یہ خاصہ ہے کہ وہ عاشق میں معشوق کا رنگ پیدا کر دیتا ہے۔ "پس چہ باید کرد"

Marfat.com
Marfat.com

میں اقبال نے ... کے عنوان کے تحت اس رمز کو بالوضاحت بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

نکتہ می گویم ز مردان حال امتاں را لا جلال الا جمال

لا میں تمام معبودان باطلہ کی نفی اور الا میں معبود حقیقی کا اثبات ہے۔ فقر غیور لا و الا کے جلال و جمال کا امین ہوتا ہے۔ لا و الا کا جلال و جمال صاحب فقر میں اپنی عظمتوں اور رعنائیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ اقبال نے فقر کی جلالی اور جمالی شانوں کو بے نیازی ہائے فقر اور دلنوازی ہائے فقر کا نام دیا ہے اور انہیں قوت دین اور حکمت دین قرار دیا ہے۔

حکمت دیں دلنوازی ہائے فقر

قوت دیں بے نیازی ہائے فقر

فقر کی بے نیازیوں اور دلنوازیوں سے کما حقہ آگاہ ہونے کے لئے لا و الا کے جلال و جمال سے آشنائی حاصل کیجئے۔

اقبال کہتے ہیں کہ لا و الا یہ دو حرف کائنات کی بنیاد اور اس کا آغاز ہیں اور یہی احتساب کائنات بھی ہیں۔

لا و الا احتساب کائنات

لا و الا فتح باب کائنات

یہ دونوں حرف عالم کن فکاں کی تقدیر ہیں۔ لا سے کائنات میں حرکت ہوئی اور الا سے سکون و اطمینان۔ جب تک لا کی حقیقت سمجھ میں نہ آئے غیر اللہ کی غلامی سے نجات ممکن نہیں۔

ہر دو تقدیر جہان کاف و نوں

حرکت از لا زاید از الا سکوں

تا نہ رمز لا الہ آید بدست

بند غیر اللہ را نتواں شکست

اس کائنات میں بندۂ حق کے کام کا آغاز حرف لا سے ہوتا ہے۔ بندۂ حق سب سے پہلے لا کے گرز کی ضرب سے تمام معبودان باطلہ کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ جب وہ ضرب لا سے باطل کو مٹا دیتا ہے۔ تو پھر الا اللہ کی منزل کی طرف بڑھتا ہے۔ "لا" مرد خدا کی پہلی منزل ہے۔

در جہاں آغاز کار از حرف لاست

ایں نخستیں منزل مرد خداست

غیر اللہ کے سامنے لا کا نعرۂ باطل سوز بلند کرنا [illegible] ہے۔ اور اسی حرف لا کے ہنگاموں سے بزم [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

کائنات میں تازگی اور رونق ہے۔

لَا باطل کے خلاف اعلانِ جنگ ہے یہ ریزہ ریزہ کر دینے والی ضرب ہائے مسلسل کا مقام ہے لا الہ بجلی کی کڑک ہے بانسری کی لے نہیں۔

پیش غیر اللہ لا گفتن حیات
تازہ از ہنگامہ او کائنات
لا مقام ضرب ہائے پے بہ پے
ایں غوِ رعداست نے آواز نے

لا مرد خدا کی پہلی منزل اور کار حیات کا سرِ آغاز ہے اس لئے بندہ مومن اس سے آگے بڑھتا ہے اس کا خرام اب لا اللہ کی جانب ہوتا ہے

درمقام لِا نیا ساید حیات
سوئے الا می خرامد کائنات

لا الہ کے ذریعے معبودانِ باطلہ کی نفی کرنے کے ساتھ الا اللہ کے ذریعے معبود حقیقی کا اثبات از بسکہ ضروری ہے۔ بغیر اثبات کے نفی محض قوموں کے لئے موت کا باعث ہوتی ہے اور لا والا دونوں ملکر قوموں کی عظمت و عروج کا سامان بنتے ہیں۔

لا والا ساز و برگِ امتاں
نفی ءِ بے اثبات مرگِ امتاں

جسطرح تہذیب مغرب نفی بے اثبات کے سبب منطقی انجام سے دوچار ہے۔

لبالب شیشہءِ تہذیب حاضر ہے سے لا سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانہ ءِ لا

یہ دنیا اور اس کا مال و متاع جسے تو طلبگار نگاہوں سے دیکھتا ہے دو جو کے برابر قیمت نہیں رکھتا۔ اے مسلمان !لا الہ کے جلال سے آگاہ ہو۔ جس کے ہاتھ میں لا الہ کی تلوار آ جائے وہ پوری کائنات کو تسخیر کر لیتا ہے۔ وہ مرد مجاہد جس کے دستِ قدرت میں شمشیر لا آجاتی ہے۔ ساری کائنات اور جملہ موجوات پر فرمانروا ہو جاتا ہے۔ کائنات کی ہر شے اس کے تابع فرماں ہو جاتی ہے۔

ایں کہ می بینی نیرز د بادو جو
از جلالِ لا الہ آگاہ شو

Marfat.com
Marfat.com

ہر کہ اندر دست او شمشیر لاست
جملہ موجودات را فرمانرواست

موجودات پر فرمانروائی جہاں فرد کے لئے توحید کا انعام ہوتی ہے وہاں ملت بھی توحید مست ہو کر قوت و جبروت کی حامل بن جاتی ہے۔ فرد توحید کی قوت سے طائر لاہوتی بن کر بلند پروازی کرتا ہے۔ اور فرشتہ صید و پیمبر شکار و یزداں گیر ہو جاتا ہے تو ملت نے توحید سے سرشار ہو کر جلال و جبروت اور قوت و شوکت حاصل کر لیتی ہے۔

فرد از توحید لاہوتی شود
ملت از توحید جبروتی شود

اسی توحید کے فیضان سے جہاں بایزیدؒ و شبلیؒ و بوذرؓ جیسے پیکران فقر و استغنا پیدا ہوئے وہاں اسی توحید نے قوموں کو سنجر و طغرل جیسے جلیل القدر حکمران عطا کئے۔ بایزیدؒ و شبلیؒ و بوذرؓ از و ست۔ امتحان را طغرل و سنجر از و ست مرد فقیر کی ہیبت اور اس کا جلال لا الٰہ سے ہوتا ہے اور یہی لا الٰہ سلطان و امیر کی قوت بھی ہے۔ لا الٰہ کی دو دھاری تلوار ماسوی اللہ کا نام و نشان مٹا دیتی ہے۔

قوت سلطان و میر از لا الٰہ
ہیبت مرد فقیر از لا الٰہ
تا دو تیغ لا و الا داشتیم
ما سوا اللہ را نشان نگذاشتیم

فرد و ملت دونوں توحید ہی سے اکتساب کمال کرتے ہیں کہیں یہ قوت جاہ و جلال سلیمانی کی صورت ظاہر ہوتی ہے تو کہیں جمال فقر سلمانی کے پیکر میں بے نقاب ہوتی ہے توحید کا جلال و جمال فقر و سلطانی سے عیاں ہوتا ہے۔

ہر دو از توحید می گیرد کمال
زندگی این را جلال آن را جمال
این سلیمانی است آن سلمانی است
آن سراپا فقر و این سلطانی است

لا الٰہ کے حرف کو محض زبان سے ادا کر دینے سے وہ قوت حاصل نہیں ہوتی جو فقر و سلطانی کی مظہر ہو۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

اقبال کہتے ہیں۔ میں جب یہ کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو لرز جاتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ لا الٰہ سے

Marfat.com
Marfat.com

آگاہ ہوں۔

چومی گوی مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلاتِ لا الہ را

جب بندہ حق زبان سے لا الہ کہتا ہے تو تمام معبودانِ باطلہ کی نفی کرتا ہے لا الہ کہنے کا تقاضا یہ ہے کہ کہنے والے کا کردار اس کے دعویٰ کی بین دلیل ہو۔ اور وہ جب لا الہ کہے تو خاشاک باطل کو جلا کر راکھ کر ڈالے۔

اس لئے اقبال فرماتے ہیں اگر لا الہ کہنا ہے تو از روئے جان و دل کہو اور اسطرح کہو کہ تمہارے اندام سے خوشبوئے جان آنے لگے۔ جب تم لا الہ از روئے جاں کہو گے تو یہ دو صرف محض گفتار نہیں رہیں گے۔ بلکہ تمہارے کردار کی قوت بن جائیں گے۔ پھر لا الہ تمہارے ہاتھ میں ایک ایسی تیغِ بے زنہار کی مانند ہونگے جو باطل کی رگوں سے خون کھینچ لیتی ہے۔ لا الہ کے سوز کے ساتھ جینا ہی مولا صفاتی ہے اور لا الہ باطل کے لیے ایک ضرب کاری ہے

لا الہ گوئی بگواز روئے جاں
تاز اندام تو آید بوئے جاں
ایں دو حرف لا الہ گفتار نیست
لا الہ جز تیغ بے زنہار سنت
زیستن با سوز او قہاری است
لا الہ ضرب است و ضرب کاری است

اقبال کے نزدیک یہی دو حرف لا الہ مرد قلندر کی متاع کل ہیں۔

قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

الغرض توحید ایک زندہ قوت کا نام ہے جسے مسلمانوں نے فقط اک مسئلہ علم کلام بنا دیا۔ اقبال بصد حسرت و افسوس کہتے ہیں۔

زندہ قوت تھی جہاں میں ہی توحید کبھی
آج کیا ہے فقط اک مسلہ علم کلام
روشن اس ضو سے اگر ظلمت کردار نہ ہو
خود مسلماں سے ہے پوشیدہ مسلماں کا مقام
میں نے اے میریہ تری سیاہ دیکھی ہے

Marfat.com
Marfat.com

[illegible]

ان کل من فی السموات والارض الا اتی الرحمن عبدا

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

عالماں را جلوہ اش حیرت پدید
عاشقاں رابر عمل قدرت پدید

یہ وہم وگمان اور خوف وشک کے لیے موت کا باعث بنتی ہے اور ایمان ویقین کے لیے یہ قوت عمل پر مستعدی اور آمادگی پیدا کر دیتی ہے۔ توحید کے سائے میں پست بالا ہو جاتا ہے اور خاک اکسیر بن جاتی ہے۔ توحید کی قدرت وقوت بندے کو مولا کر دیتی ہے۔ اس کی رگوں میں خون بجلی سے زیادہ گرم اور تیز تر ہو جاتا ہے اور راہِ حق میں اس کی تگ ودو تیز تر ہو جاتی ہے۔ اس قوت سے بندۂ مومن کی آنکھ پر ضمیر کائنات بے نقاب ہو جاتا ہے۔ ایمان محکم تر ہوتا ہے اور بندۂ مون طاقتور ہو جاتا ہے اس کا کاسۂ گدائی جامِ جم بن جاتا ہے۔

پست اندر سایہ اش گرد و بلند
خاک چوں اکسیر گرد د ارجمند
قدرت او بر گزیند بندہ را
نوعِ دیگر آفریند بندہ را
در رہِ حق تیز تر گرد دتگش
گرم تر از برق خوں اندررگش
بیم و شک میرد عمل گیرد حیات
چشم می بیند ضمیر کائنات
چوں مقام عبدہ ، محکم شود
کاسہ در یوزہ جام جم شود

Marfat.com
Marfat.com

باب چہارم

عشق

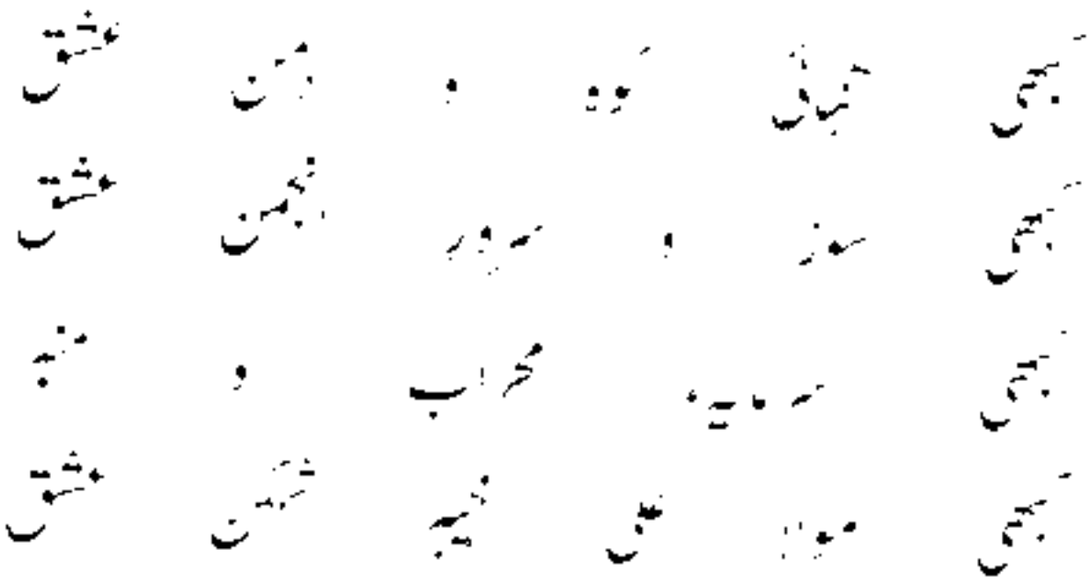

Marfat.com
Marfat.com

عشق

ہم نے مطالعہ اقبال سے اب تک ان حقائق کو معلوم کر کے دلائل کے ذریعے واضح کیا ہے کہ فقر تکمیل خودی کا ثمرہ مقام نیابت الہیہ ہے۔ شان فقر مولا صفاتی اور صبغۃ اللہ یعنی اللہ کا رنگ ہے۔

فقر توحید کا مترادف اور اسلام کا دوسرا نام ہے۔

اس ضمن میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ فقر کا رنگ جو نہایت مومن اور کمال خودی ہے بندہ مومن میں عشق سے پیدا ہوتا ہے۔

اسی لئے اقبال کی شاعری کے اہم ترین موضوعات میں سے جہاں فقر ان کا مدعائے کلام ہے وہاں عشق بھی ان کا خاص موضوع سخن ہے۔

عشق کیا ہے۔

اس موضوع پر آج تک جس قدر لکھا جا چکا ہے شاید ہی کسی اور موضوع پر اسقدر لکھا گیا ہو۔ یہ کم از کم ہر شاعر کا موضوع سخن ضرور رہا ہے۔ عدم نے ایک سیدھی سی تعریف عشق کی یوں کی ہے کہ

عشق کیا ہے خلوص نیت سے
جانثار حبیب ہو جانا

خلوص دل سے جانثار حبیب ہو جانے کا یہ عمل اپنے اندر عظمتوں اور رفعتوں کے ان گنت جہان آباد رکھتا ہے۔ اس کی حقیقی عظمتوں کا احوال عقل عیار کی پہنچ سے بہت ماورا ہے۔ دل پر درد کی لامتناہی وسعتیں ہی اسے اپنے دامن میں سمیٹ سکتی ہیں۔

اقبال نے اپنے مرشد مولائے روم سے مسلک عشق سیکھا، اختیار کیا اور پھر اس کی ترویج و اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ اہل عشق کے نزدیک انسان کا مقصد تخلیق ''محبت'' ہے اور اس کے نام کا مطلب اہل محبت ہے۔ لفظ انسان کے لغوی مفہوم پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان ''انس'' یا ''نسیان'' سے مشتق ہے۔ علمائے لغت کا خیال ہے کہ انسان یا تو اُنسان ہے۔ دو اُنس رکھنے والا ایک عالم آخرت کا دوسرا عالم دنیا کا۔ یا یہ نسیان سے مشتق ہے۔ انس کے معنی تو ظاہر ہیں پیار و محبت ''نسیان'' بھول جانے کو کہتے ہیں علماء تحقیق نے نسیان کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

ایک نسیان تو وہ ہے جو کثرت گناہ سے لاحق ہوتا ہے اور حضوری قلب کو مانع ہے جیسا کہ ایک طالبعلم نے امام وقتؒ سے شکایت کی کہ اسے نسیان لاحق ہو گیا ہے وہ سبق بھول جاتا ہے امامؒ نے فرمایا گناہ ترک کر دو کیونکہ علم

Marfat.com
Marfat.com

یہ علم ہے جو گنہگار کو حاصل نہیں ہوتا۔

شکوت الی وکیع سوء حفظی فاوصانی الی ترک المعاصی

لان العلم نور من الہ ونور اللہ لا یعطی لعاصی

دوسرا یہ کہ لذت آشنائی عاشق اور محبوب کی قربت سے پیدا ہوتا ہے یہ ان سے ہوتا ہے ... محبت

میں ... حاصل ہونے کا نام ہے۔

... ہے ... ہے آیا ...

... ہے لذت آشنائی

اس کی کامل ترین مثال قرآن حکیم میں پیش کی گئی ہے۔

ووجدک ضالا فہدی

اور آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ پایا منزل مقصود تک پہنچا دیا۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ سے محبت کا اظہار فرمایا ہے۔

اے محبوب جب ہم نے آپ کو اپنی (یعنی اللہ کی) محبت میں خود رفتہ (خود کو بھلائے ہوئے) پایا تو ہم نے آپ کو منزل مقصود (اللہ) تک پہنچا دیا۔

لفظ ضلال عربی لغت کے اعتبار سے متعدد معنوں میں استعمال ہوتا ہے ان میں سے ایک معنی شدت محبت کے سبب سے دوسری شے کو بھول جانا بھی ہے۔

اور یہی مفہوم یہاں کا بھی ہے۔

مرشد رومی فرماتے ہیں کہ عشق وہ شعلہ ہے کہ جب بھڑکتا ہے تو معشوق کے علاوہ ہر شے کو جلا کر راکھ کر دیتا ہے۔ جب وہ تیغ لا کی ضرب ہر اس شے پر جو غیر حق ہو کر دیتا ہے تو پھر باقی کیا رہ جاتا ہے۔ صرف اور صرف اللہ

عشق آں شعلہ است کو چوں بر فروخت
ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند
در نگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت
شاد باش اے عشق شرکت سوز زفت

Marfat.com
Marfat.com

اقبال کا مسلک اپنے مرشد کامل مولانا روم کی رہنمائی میں یہ ہے کہ

زیرکی بفروش و حیرانی بخیر
زیرکی ظن است و حیرانی نظر

کلام اقبال میں شوق وجنوں، قلب ونظر، دل ونگار، سوز ودرد، جذبِ دروں، ذکر رقص جاں، حیرانی و آشنائی، شبیرؓ ومسیح وکلیمؑ، رومیؒ عطار عشق کے استعارے ہیں۔ یہ وہ اصطلاحیں ہیں جو عشق کی ترجمان بھی ہیں اور فقر کی نمایاں صفات بھی۔

عشق آدم سے ہے اور آدم عشق سے ہے۔ عشق وہ دروازہ ہے جس سے گزرے بنا آدمی انسان بن سکتا ہے نہ مسلمان ہوسکتا ہے۔

مومن از عشق است و عشق از مومن است
عشق را نا ممکنِ ما ممکن است

بلکہ اقبال تو یہاں تک کہہ گئے ہیں کہ

اگر ہے عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق

عشق را نا ممکن ما ممکن است، جس کے قلب وجگر میں درد کی ٹیس اور آنکھوں میں نمی نہیں اسے انسانیت سے کوئی واسطہ نہیں ہے انسانیت کا مفہوم تمام سوز وگداز اور درد وشوق ہے شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا اتنا آسان نہیں اس آتشکدے میں وہی قدم رکھ سکتا ہے۔ جس میں اسقدر ہمت ہو کہ اپنا دل آتشِ عشق کی نذر کرے اور ساتھ ہی خود اپنے دامن سے ہوا دیتا جائے۔

محروم عشق کو کباب دل میسر نہیں آسکتا۔ یہ نوالہ تو اسی جوان مرد کا مقدر ہے جو خود کو بھڑکتے ہوئے شعلوں کا مہمان کر سکے

افسردہ را نصیب نبا شد دل کباب
آں یا بدایں نوالہ کہ مہمانِ آتش است

عشق الٰہی بندہ حق کی متاعِ زندگی اور جانِ ایمان ہے

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

عشق الٰہی کی شرط اول ماسوا سے بے نیازی ہے۔ انسان اپنی آب وگل کے تقاضوں کے سبب ماسوئی کے

Marfat.com
Marfat.com

چنانچہ ... وقت تک نہیں نکلتا جب تک اس سے ... پیدا نہیں ہو جاتے۔
عاشق صادق اپنی جان و مال سے ... بے نیاز ہوتا ہے۔ جان اور جاناں دونوں کو ایک ساتھ چاہنا
[illegible] عشق کا شیوہ نہیں۔

رسم عاشق نیست با یک دل دو دلبر داشتن
یا ز جاناں یا ز جان بایست دل برداشتن

یہی وجہ عشق کے ایک درجے کے لیے مرشد ... مدین عطار جیسے عارف باللہ سے بھی ... کر لیتے ہیں

غ... تا ... ق... رازی ... دیدار ... را
ز ... درد ... دل ... عطار را

درحقیقت عشق کا ایک درجہ اقبال کی دعوت کا مرکز ہے۔

ز ... عشق ... نبی ... از ... حق ... طلب
ز ... صدیق ... و ... حق ... از ... حق ... طلب

اقبال کے نزدیک عشق ایک زبردست قوت عمل اور جوش انقلاب کا نام ہے جو تمام موافق اور نامساعد حالات
کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لے

[illegible]
عشق ... [illegible]
قلندر ... [illegible]
[illegible] قلندر [illegible]

اقبال عشق شورانگیز کو حق قیامت قرار دیتے ہیں
درحقیقت عشق قرب وصال الٰہی کا تقاضا کرتا ہے جو خیر موجودات کے مسکن نہیں
جب بندہ حق تعالیٰ کا قرب وصال چاہتا ہے اور حق تعالیٰ کون ہے

اللہ نور السمٰوٰت والارض
اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے

اقبال کہتے ہیں کہ جو قرب الٰہی چاہتا ہے اسے چاہیے کہ وہ ذات ... سے ... طالب اللہ کا مصداق
بن جائے۔

Marfat.com
Marfat.com

بے دردِ جہانگیری ایں قرب میسر نیست
گلشن بگریباں کش اے بو بگلاب اندر

بغیر دردِ جہانگیری کے قرب الٰہی نصیب نہیں ہوتا گلشن عالم کو اپنے گریبان میں سمیٹ لے تا کہ وہ تجھ میں ہو اور تو اس میں جیسے خوشبو گلاب میں اور گلاب خوشبو میں ہوتا ہے۔

اقبال کے نزدیک عاشق وہ نہیں جو سرگرم فغاں ہو بلکہ عاشق وہ ہے جو دونوں جہاں اپنے کف دست پر اٹھائے رکھتا ہو۔ عاشق اپنا جہاں خود تعمیر کرتا ہے۔ اس کا جہاں بیکراں ہوتا ہے۔ یہ جہانِ حدود و ثغور اس کے سودائے عشق کے شایاں نہیں ہے۔

عاشق آں نیست کہ لب گرم فغانے دارد
عاشق آنست کہ برکف دو جہانے دارد
عاشق آں نیست کہ تعمیر کند عالمِ خویش
در نسازد بہ جہانے کہ کرانے دارد

سودائے عشق اس کائنات کی وسعتوں میں نہیں سما سکتا۔

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا
غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازہ صحرا

اقبال نے عشق کو عقل و دل و نگاہ کا مرشد قرار دیا ہے۔

عقل و دل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدہ تصورات

اقبال کے نزدیک عشق کے بغیر زندگی سراپا ماتم اور کاروبار حیات خراب و خام ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔

بے محبت زندگی ماتم ہمہ
کاروبارش زشت و ناہنجار ہمہ

صدق خلیلؑ بھی ہے عشق صبر حسینؓ بھی ہے عشق
معرکہ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق

اقبال قوت عشق کو حق کا نشان نصرت سمجھتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

چھوڑ یورپ کے لئے رقص بدن کے خم و پیچ
روح کے رقص میں ہے ضرب کلیم الٰہی
صلہ اس رقص کا ہے تشنگی کام و دہن
صلہ اس رقص کا درویشی و شہنشاہی

رقص جاں کا صلہ درویشی وشہنشاہی ہے گویا رقص جاں کے نتیجہ میں مقام فقر حاصل ہوتا ہے۔
ایک مقام پر اقبال کو عشق کا مترادف قرار دیتے ہیں۔
اپنی ایک نظم میں وہ علم وفقر کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

علم کا مقصود ہے پاکی عقل و خرد
فقر کا مقصود ہے عفت قلب و نگاہ
علم فقیہ وحکیم ، فقر مسیح و کلیم
علم ہے جویائے راہ ، فقر ہے دانائے راہ
فقر مقام نظر ، علم مقامِ خبر
فقر میں مستی ثواب ، علم میں مستی گناہ

علم کا موجود اور فقر کا موجود اور

اشہد ان لا الہ

اشہد ان لا الہ

ان اشعار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ فقر عشق کا مترادف ہے اقبال اسے کہیں مسیحؑ وکلیمؑ کہتے ہیں۔
کہیں دانائے راہ اور کہیں مقام نظر قرار دیتے ہیں۔
ایک مقام پر فقر کی تلوار کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قبضے میں یہ تلوار بھی آجائے تو مومن
یا خالدؓ جانباز ہے یا حیدرؓ کرار

اسی فقر کی تلوار کو اقبال عشق کی تیغِ جگردار قرار دیتے ہیں۔

عشق کی تیغ جگردار اڑا لی کس نے
عقل کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی

اور کہیں اسے قل ہو اللہ کی شمشیر کہتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

میں نے اے میر سپہ تیری سپہ دیکھی ہے
قل ھو اللہ کی شمشیر سے خالی ہے نیام

حقیقت یہ ہے کہ اقبال کی نظر میں فقر اور خودی ایک ہی قوت کے دو مختلف نام ہیں جو عشق الٰہی سے عبارت ہیں۔

عشق کے ہیں معجزات سلطنت و فقر و دیں
عشق کے ادنیٰ غلام صاحب تاج و نگیں
عشق مکان و مکیں عشق زمان و زمیں
عشق سراپا یقیں اور یقیں فتح باب

Marfat.com
Marfat.com

فقر و رہبانی

زندگی ہمہ پیکار ہمہ تسخیر ہے۔ اس رزم گاہِ حیات میں گوشہ عافیت تلاش کرنے والوں کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔ اقبال کے نزدیک وہ فقر جو انقلاب آفریں نہیں کسی کام کا نہیں۔

اقبال کہتے ہیں کہ بندہ حق کے دل پر حق تعالیٰ کی محبت کا جو نقش ثبت ہوا سے باہر کے جہاں پر بھی مرتسم ہونا چاہیے تا کہ جمال حق کے جلوے اہلِ جہاں کے لئے عام ہو جائیں۔

نقش حق اول بجاں اندا ختن
باز اور اور جہاں انداختن
نقشِ جاں تادر جہاں گرد دتمام
می شود دیدارِ حق دیدارِ عام

ہمارے ہاں ایک عرصہ سے جو تصور فقر کارفرما ہے اقبال کا تصورِ فقر اس سے یکسر مختلف و متضاد ہے۔ مروجہ تصور کے مطابق فقر یہ ہے کہ صاحب فقر کار جہاں سے یکسر دست بردار ہو کر اور دولت و حشمت و جاہ سے اپنا دامن بچا کر گوشہ عزلت اختیار کر لے۔

یہ تصور فقر رہبانیت سے مستعار لیا گیا ہے۔

جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ حضور سید عرب و عجم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے

لا رھبانیۃ فی الاِسلام

اسلام نے اسلامی قرآنی فقر کا تصور ہمارے ذہنوں میں اجاگر کرنے کی کوشش کی ان کے نزدیک فقر درحقیقت غنائے نفس کا نام ہے۔ فقیر قبائے خسروی میں درویشانہ زندگی گزارتا ہے اور دیدہ بیدار و خدا اندیش ہوتا ہے

در قبائے خسروی درویش زی
دیدہ بیدار و خدا اندیش زی

اقبال کے نزدیک فقر و راہبی دونوں متضاد ہیں۔

کچھ اور چیز ہے شاید تری مسلمانی
تری نگاہ میں ہے ایک فقر و رہبانی
سکون پرستی راہب سے فقر ہے بیزار
فقیر کا ہے سفینہ ہمیشہ طوفانی

Marfat.com
Marfat.com

[illegible]
کہ ہے نہایت مومن خودی کی عریانی
وجود صیرفی کائنات ہے اس کا
اسے خبر ہے یہ باقی ہے اور وہ فانی
یہ فقر مرد مسلماں نے کھو دیا جب سے
رہی نہ دولت سلمانی و سلیمانی

بال جبریل میں رہبانی فقر اور دینی فقر میں اس طرح فرق واضح فرماتے ہیں۔

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرار جہانگیری
اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری
اک فقر سے مٹی میں خاصیت اکسیری

یہ رہبانی فقر ہے جس [illegible] تقدیر پر بند ہو کر بیٹھ رہو [illegible]
حالانکہ فقر غیور کے نقش سے خود اپنی تقدیر پیدا کی جاسکتی ہے۔

اسی قرآں میں ہے اب ترک جہاں کی تعلیم
جس نے مومن کو بنایا مہ و پرویں کا امیر
تن بہ تقدیر ہے آج ان کے عمل کا انداز
تھی نہاں جن کے ارادوں میں خدا کی تقدیر

رہبانیت پسند [illegible] کا کام ہے مگر فقر غیور کی بنیادی غرض [illegible] ذات خودی ہے اقبال [illegible]
[illegible] سے بہتر دکھاتے ہیں۔

[illegible]
[illegible]

اسی لئے اقبال کہتے ہیں۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

منکر نہ بن ۔

شاخِ نہال سدرہ خاروخس چمن مشو
منکر اور اگر شدی منکرِ خویشتن مشو

ہمارے ہاں مسکینی وسربزیری، دیوانگی وعریانی، بھوک پیاس، رقص وغیرہ کولوازمات فقر سمجھا جاتا ہے لیکن اقبال کے نزدیک ایسا فقر جوانسان کواپنے مقام سے گرادے ہرگز محمود نہیں وہ اس فقر غیور کے اسرار کھولتے ہیں جو محسود امیری ہے ۔

زروی گیر اسرارِ فقیری
کہ آں فقراست محسودِ امیری
حذر زاں فقر و درویش کہ ازوے
رسیدی برمقام سر بزیری

اقبال اس فقر سے بچنے کی تلقیں کرتے ہیں جوانسان کوعریانی دیتا ہے وہ فقیر جواقبال کا ممدوح ہے وہ اپنے اہل کوقوت وشوکت اور سلطنت وحکومت عطا کرتا ہے۔ وہ فقیر جواپنے لباس سے بے نیاز عریاں حالت میں سرعام گھومتے دکھائی دیتے ہیں ان کا اس فقیر سے کوئی واسطہ نہیں ہے ۔

بگذر فقرے کہ عریانی دہد
اے خنک فقرے کہ سلطانی دید

سلطانی عطا کرنے والے فقر اور رہبانی فقر میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

فقر جوع و رقص و عریانی کجاست
فقر سلطانی است ، رہبانی کجاست

دور حاضر کا فقر ظاہری فقر ہے اسے حجازی اور قرآنی فقر کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ۔

میں ایسے فقر سے اے اہل حلقہ باز آیا
تمہارا فقر ہے بے دولتی و رنجوری

اقبال رہبانیت کومرنے والی قوموں کا عالم پیری قرار دیتے ہیں اور مسلمانوں کوخبردار کرتے ہیں

ترے دین و ادب سے آرہی ہے بوئے رہبانی
یہی ہے مرنے والی امتوں کا عالمِ پیری !

مریدِ ہندیؒ مرشدِ رومیؒ سے غایتِ دین دریافت کرتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

کاروبارِ خسروی یا راہبی
کیا ہے آخر غایتِ دینِ نبیؐ

چنانچہ ضربِ کلیم میں فرماتے ہیں کہ دینِ اسلام کی غرض و غایت تو جنگ و شکوہ و قوت اور سلطنت ہے رہبانیت تو نصرانی کا دین ہے۔

مصلحت در دینِ ما جنگ و شکوہ
مصلحت در دینِ عیسیٰ غار و کوہ

اقبال کے نزدیک دین محض عقیدہ و عبادات کے مجموعے کا نام نہیں بلکہ دین ایک زندہ قوت کا نام ہے جو انسانوں میں دین و مذہب کی روح پیدا کرتی ہے۔

اسلام ایک ایسا مسلک ہے جو اپنے ماننے والوں کو قوت و شوکت کا پیغام دیتا ہے۔

اقبال قوت سے تہی رائے کو مکر و فسوں قرار دیتے ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ وہ قوت بے رائے کے بھی خلاف ہیں اور اسے جہالت اور جنون قرار دیتے ہیں۔

رائے بے قوت ہمہ مکر و فسوں
قوت بے رائے جہل است و جنوں!

اقبال نے اس انداز میں طاقت کی تعریف اور ضعیفی و کمزوری کی خامیاں بیان کی ہیں اس سے بعض ناقدین نے ان پر قوت پرست ہونے کا الزام لگایا ہے۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ اقبال محض اس قوت کے مداح ہیں جو حق و صداقت کی سربلندی کا ساز و سامان بنتی ہے۔ ضربِ کلیم میں قوت کے بارے میں قوت اور دین کے عنوان سے فرماتے ہیں۔

لا دیں ہو تو ہے زہرِ ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دیں کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاق

نبوت کے عنوان سے ضربِ کلیم میں فرماتے ہیں۔

میں نہ عارف، نہ مجدد، نہ محدث، نہ فقیہ۔ مجھ کو معلوم نہیں کیا ہے نبوت کا مقام

ہاں مگر عالمِ اسلام پہ رکھتا ہوں نظر
فاش ہے مجھ پہ ضمیرِ فلکِ نیلی فام
عصرِ حاضر کی شبِ تار میں دیکھی میں نے
یہ حقیقت کہ ہے روشن صفتِ ماہِ تمام

Marfat.com
Marfat.com

وہ نبوت ہے مسلماں کے لئے برگ حشیش
جس نبوت میں نہ ہو قوت و شوکت کا پیام

اصلاح وانقلاب کا ہر عمل قوت کا متقاضی ہوتا ہے خواہ روحانی ہو یا سلطانی

رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد!

ہماری بدبختی کہ دین ملوک کے پرستاروں نے اس توحید کو جو کبھی ایک زندہ قوت ہوا کرتی تھی فقط ایک مسئلہ علم کلام بنا کر رکھ دیا دین قوت کے بغیر محض ایک فلسفہ اور مجموعہ افکار بن کر رہ گیا۔ اور ہم اپنی بے عملی اور ذوق تن آسانی کے سبب بے ہمت و بے کار اور زار و نزار ہو کر رہ گئے ہیں اگرچہ ہماری سوچیں آسمانوں سے بھی بلند ہیں۔

مرید ہندی اپنے پیر و مرشد رومی کے حضور اپنا مقدمہ عرض کرتے ہیں ؎

آسمانوں پر مرا فکر بلند
میں زمیں پر خوار وزار و درد مند
کار دنیا میں رہا جاتا ہوں میں
ٹھوکریں اس راہ میں کھاتا ہوں میں
کیوں مرے بس کا نہیں کار زمیں
ابلہ دنیا ہے کیوں دانائے دیں

پیر رومیؒ جواب دیتے ہیں کہ جس کی برق رفتار آسمانوں پر گزر رکھتی ہو اسے زمیں پر چلنا کیا دشوار ہے ؎

آں کہ بر افلاک رفتارش بود
بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود

ہماری بدبختی کہ دین ملوک کے پرستاروں نے اس توحید کو جو کبھی ایک زندہ قوت ہوا کرتی تھی فقط ایک مسئلہ علم کلام بنا کر رکھ دیا دین قوت کے بغیر محض ایک فلسفہ اور مجموعہ افکار بن کر رہ گیا۔

رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

حقیقت یہ ہے کہ بندہ مومن اپنی میراث ایمان ''فقر'' کھو کر خوار و زبوں ہے اگر وہ اپنی اس گم شدہ میراث کو دوبارہ حاصل کر لے تو عظمت رفتہ کو بھی بازیاب کر لے گا۔ وہ میراث گمگشتہ کیا ہے۔ مرید ہندیؒ پیر رومیؒ سے سوال کرتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

فصلِ من فصل است ہم وصل من است

ذکر و فکر کو اقبال سالک راہ حق کی جستجو کے مقام قرار دیتے ہیں۔

یہ ہیں سب ایک ہی سالک کی جستجو کے مقام
وہ جس کی شان میں آیا ہے علم الاسماء

مقام ذکر کمالات رومی و عطار
مقام فکر مقالات بوعلی سینا
مقام فکر ہے پیمائش زمان و مکاں
مقام ذکر ہے سبحان ربی الاعلیٰ

اسی ذکر و فکر کو اقبال نے مسلمان کی زندگی قرار دیا ہے۔

بتاؤں کیا کہ مسلماں کی زندگی کیا ہے
یہ ہے نہایت اندیشہ و کمال جنون

اور اسی ذکر و فکر کے اختلاط کو فقر قرآن کا نام دیا گیا۔

فقر قرآں اختلاط ذکر و فکر
فکر را کامل ندیدم جز بذکر

غایت دین مین میراث مسلمانی فقر ہی اصل شہنشاہی ہے جسے اقبال نے خودی کی عریانی قرار دیا ہے۔

رمز دین مصطفیٰ دانی کہ چیست
فاش دیدن خویش راشاہنشی است
خودی ہو زندہ تو ہے فقر بھی شہنشاہی
نہیں ہے سنجر و طغرل سے کم شکوہ فقیر
مقام فقر سے کتنا بلند شاہی ہے
روشن کسی کی کدایا نہ ہو تو کیا کہیے

سلطنت و تاج و سریر و سپاہ فقر کی عطا ہیں۔

فقر ہے میروں کا میر فقر ہے شاہوں کا شاہ
فقر ہے تیں معجزات تاج و سریر و سپاہ

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

فقر غیور

مرا با فقر سامان کلیم است
فرِ شاہنشہی زیرِ گلیم است

سماں "الفقر" فخری کا رہا شانِ امارت میں
بآب و رنگ و خال و خط چہ حاجت روئے زیبا را
غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہانبان و جہاں آرا

اقبال ہر میر و سلطان اور قوت و سطوت کے ہر پیکر کو فقر کا مظہر نہیں سمجھتے بلکہ انہوں نے صرف فقر قرآنی کو ہی شہنشاہی قرار دیا ہے اور ان کے نزدیک ضیغمی اور سلطانی بغیر فقر قرآنی روباہی ہے۔

جز بقرآں ضیغمی روباہی است
فقر قرآں اصل شاہنشاہی است

اقبال نے ایسی سلطانی کو چنگیزی کا نام دیا ہے خواہ وہ کسی رنگ میں بھی رونما ہو۔

مجلس ملت ہو یا پرویز کا دربار ہو
ہے وہ سلطاں غیر کی کھیتی پہ ہو جس کی نظر
تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام
چہرہ روشن اندروں چنگیز سے تاریک تر

اسرار خودی میں اقبال نے اس حقیقت کی وضاحت کی ہے کہ جنگ و شکوہ دین اسلام کی مصلحت اور اعلائے کلمۃ الحق ہے لیکن اگر جنگ کا محرک اور سلطانی کا مطمح نظر جوع الارض ہو تو وہ مسلمان کے لئے حرام ہے۔

اقبال کہتے ہیں مسلمان فرمانروا کو قبائے خسروی میں بھی درویشانہ زندگی بسر کرنی چاہیے اور اسے دیدہ بیدار و خدا اندیش ہونا چاہیے۔ اس کے ہر عمل کے مقصود قرب الٰہی کا حصول ہونا چاہیے تاکہ اس کی سلطانی سے جلال حق آشکارا ہو۔

در قبائے خسروی درویش زی
دیدہ بیدار و خدا اندیش زی
قرب حق از ہر عمل مقصود دار
تا ز تو گردد جلالش آشکار!

وہ جنگ سراپا نیکی ہے جس کا مقصود حق ہے اور وہ صلح سراپا شر ہے جس کا مقصد غیر حق ہے۔ اگر ہماری تلوار

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

اگرچہ اللہ نے اسے اتنی بڑی سلطنت عطا فرمائی ہے مگر اس کے باوجود اس کی بھوک کم نہیں ہوتی وہ اردگرد کی سلطنتوں پر اپنی حریص نظریں گاڑے ہوئے ہے اور اس کی جوع الارض کی آگ نے دنیا کو جہنم از ربنا رکھا ہے۔

دیدہ بر خوانِ اجانب دوخت است
آتش جوعش جہانے سوخت است

اس کی تلوار انسانوں کے لئے قحط اور طاعون سے بڑھ کر ہلاکت خیز ہے اور اس کی تعمیر سے عالم ویرانہ ہو رہا ہے۔
مخلوق خدا اس کی جوع الارض کے آزار کے سبب فریاد کناں ہے اس کی سطوت اور شان و شوکت
اہل جہاں کی تباہی کا باعث ہے وہ خود قافلہ حیات کے لئے رہزن ہے مگر اپنی خود فریبی اور خام خیالی کے سبب اس تباہی و بربادی کو تسخیر کا نام دیتا ہے۔

قحط و طاعوں تابع شمشیر او
عالمے ویرانہ از تعمیر او
سطوتش اہل جہاں را دشمن است
نوع انساں کارواں او رہزن است
از خیال خود فریب و فکر خام
می کند تاراج را تسخیر نام

بھکاری کی بھوک اس کی اپنی جان کو جلانے والی ہوتی ہے مگر کسی بادشاہ کی بھوک ملک و ملت دونوں کے لئے پیغام فنا ہوتی ہے۔ مسلمانو! یاد رکھو جو شخص غیر اللہ کے لئے اپنی تلوار بے نیام کرتا ہے وہ اسے درحقیقت اپنے ہی جسم میں بھونکتا ہے۔ یعنی وہ اپنی تباہی و بربادی کا سامان کرتا ہے۔

آتش جان گدا جوع گداست
جوع سلطان ملک و ملت رافناست
ہر کہ خنجر بہر غیر اللہ کشید
تیغ اور در سینہ او آرمید

ہمارے دین میں سروری و سلطانی کا تصور مخلوق خدا کی خدمت سے عبارت ہے
حضور سید عالم ﷺ کا فرمان گرامی ہے۔ سید القوم خادمھم (قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے)

سروری در دیں ما خدمت گری است
ملک فاروقیؓ و فقر حیدریؓ است

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

شہنشاہ عالمگیر وہ بلند مرتبہ بادشاہ جو ہمارے خانوادہ سلف کا اعتبار ان کی ساکھ ہے۔ اس کے دم سے ہندوستان میں اسلام کا بول بالا ہوا اور شرع پیغمبر کا احترام پیدا ہوا۔

وہ معرکہ کفر و دین میں ترکش اسلام کا آخری تیر ہے۔

شاہ عالمگیر گردوں آستاں
اعتبار دو دمان گور گاں
پایہ اسلامیاں برتر ازو
احترام شرع پیغمبر ازو
درمیان کار زار کفر و دیں
ترکش مار اخدنگ آخریں

الحاد کا وہ بیج جو اکبر کے فرمانے میں دین الٰہی کی صورت پھوٹا تھا۔ جب دارا شکوہ کی فطرت میں نمودار ہوا اس وقت ملت اسلامیہ کے لئے اس فساد سے بچنے کی کوئی جگہ نہ تھی کیونکہ کسی کا سینہ نور ایمان کی شمع سے روشن نہ تھا۔ اس نازک وقت میں خدا نے ہندوستان میں اورنگ زیب عالمگیر کا انتخاب فرمایا۔ اور اس فقیر صاحب شمشیر کو سرمایہ دین کی حفاظت و احیاء کے لیے مامور کیا گیا۔ تاکہ وہ لوگوں کے ایمانوں کی تجدید کرے اور احیائے دین کے ذریعے روح ایمان کو تازہ کرے۔

حق گزید از ہند عالمگیر را
آں فقیر صاحب شمشیر را
از پے احیائے دین مامور کرد
بہر تجدید یقین مامور کرد

اس کی تیغ برق بار نے خرمن الحاد کو جلا کر راکھ کر دیا۔ اور ہماری بزم میں دین کی شمع دوبارہ جلا دی۔

برق تیغش خرمن الحاد سوخت
شمع دیں در محفل مابر فروخت

بعض کور ذوق ہندو نواز مورخین نے داستان سرائیاں کر کے اس فقیر بادشاہ پر تنگ نظری اور تعصب کا الزام عائد کیا ہے۔ اقبال لکھتے ہیں کہ یہ لوگ اس عظیم حکمران اسلام کی وسعت ادراک کو نہیں پہچان سکے۔ اس لیے ان کو رذوقوں نے عالمگیر کی عظمت کا اعتراف نہیں کیا۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر شمع توحید کا پروانہ تھا۔ اور صنم کدہ ہندوستان میں مثل براہیم تھا۔

Marfat.com
Marfat.com

[illegible]

[illegible] الصلوٰۃ معراج المومن

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

سے اک سپاہی کی ضربِ کاری سیاہ انجام دیتی ہے۔

فقر جنگاہ میں بے سازو براق آتا ہے
ضرب کاری ہے اگر سینے میں ہے قلبِ سلیم
مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو کس نے
وہ کیا تھا زورِ حیدرؓ فقرِ بوذرؓ صدقِ سلمانیؓ

مرد فقیر آتش است میری و قیصری خس است
فال و فر ملوک را حرفِ برہنہ بس است

مقامِ فقر شہنشاہی سے بہت بلند و برتر ہے سلطنت و شاہی تو فقر کا ایک ادنیٰ معجزہ ہے۔

نہ تخت و تاج میں نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

فقر اپنے اہل کو سروسامانِ کلیمی عطا کرتا ہے۔ شاہانہ شان و شوکت تو قلندرانِ حق کے قدموں کے نیچے ہوتی ہے۔

مرا با فقر سامانِ کلیم است فرِ شاہنشہی زیرِ گلیم است
ت جم پوشیدہ زیرِ بوریا ست

اقبال نے اسرارِ خودی میں حضرت بوعلی قلندرؒ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ ان کا ایک مرید اپنے مرشد کی پلائی ہوئی شرابِ معرفت سے سرشار بازار میں چلا جا رہا تھا۔ سامنے سے علاقے کے گورنر کی سواری آ رہی تھی۔ بوعلی قلندرؒ کا مرید عاملِ شہر کی جاہ و جلالت شان سے یکسر بے نیاز عالمِ سرمستی میں سر جھکائے اپنے خیالات میں مگن چلتا جا رہا تھا۔ اس نے عاملِ شہر کے چوبدار کی ہٹو بچو کی صداؤں کی مطلق پروا نہ کی۔

چوبدار غرور و تکبر کے نشے میں مست تھا وہ ایک گدائے بے نوا فقیرِ راہ نشیں کی یہ گستاخی کب برداشت کر سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی لاٹھی اس فقیر کے سر پر توڑ دی۔ بوعلی قلندرؒ کا فقیر آزردہ ہو کر اپنے مرشد کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور روتے ہوئے سارا ماجرا عرض کیا۔

صاحبِ فقرِ غیور بوعلی قلندرؒ جلال میں آ گئے اور پہاڑ پر گرنے والی بجلی کی سی کڑک کے ساتھ اپنے خادم سے فرمایا۔ قلم کاغذ لاؤ اور فرمان لکھو۔ اس فقیر کی طرف سے سلطانِ ہند علاؤالدین خلجی کو لکھو کہ تمہارے عامل نے میرے ایک بندہ مرید کا سر پھوڑ دیا ہے۔ گویا اس نے اپنی متاعِ جان پر دہکتے ہوئے انگارے رکھ دیئے ہیں۔ اے سلطان اپنے اس بدبخت عامل کو سزا دو ورنہ میں تمہاری سلطنت کسی دوسرے کو بخش دوں گا۔

Marfat.com
Marfat.com

[illegible] برگیر [illegible] فرمان نویس
[illegible] فقیرے [illegible] سلطانے نویس
[illegible] ہمت [illegible] زدہ است
[illegible] مثل [illegible] قلندر زدہ است
[illegible]
[illegible]

[illegible] بوعلی قلندر [illegible] مقرب [illegible] علاؤالدین خلجی نے [illegible] تو اس سے بدن پر لرزہ طاری [illegible] ہو گیا [illegible] آپ [illegible] فوراً [illegible] گرفتاری [illegible] حضرت [illegible] بوعلی قلندر [illegible] پاس [illegible] معافی [illegible]

[illegible] وقت [illegible] پر لرزہ طاری ہو گیا تھا اس [illegible] الفاظ [illegible] تھے۔

[illegible]

[illegible] ترجمہ (دہلی [illegible] جو اس وقت پانی پت میں [illegible]) [illegible]

[illegible]

[illegible])

یہ بات [illegible] صاحب [illegible] نگاہ ہیں
[illegible] سلطانی [illegible] شاہی [illegible]

اقبال [illegible] قلندری [illegible] فقر [illegible] سمجھتے ہیں۔

[illegible] فقر میں شانِ سکندری کیا ہے
[illegible] جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے

اقبال نے [illegible] فقر [illegible] شاہی [illegible]

[illegible] مصطفائی [illegible] خودی کی
[illegible] پنہائی [illegible] خودی کی
[illegible] شاہی [illegible]
[illegible] میں [illegible] خودی کی

Marfat.com
Marfat.com

دولت سلمانیؓ وسلمیانیؑ ہر دو فقر کا فیضان ہیں اور ؎

یہ فقر مرد مسلماں نے کھو دیا جب سے
رہی نہ دولت عثمانیؓ و سلمانیؑ

درویش فقر حیدری و رستمی ہر دو کا مظہر ہوتا ہے وہ جہاد اکبر اور جہاد اصغر ہر دو میدانوں کا مرد ہوتا ہے۔ جہاد اکبر، جہاد بالنفس اور جہاد اصغر، جہاد بالسیف ہے۔

ایں جہاد اکبر است آں اصغر است
ہر دو کار رستم است و حیدر است

مولانا روم کی ایک شہرہ آفاق غزل کے تین قطع بند اشعار جنہیں اقبال نے اپنی مثنوی اسرار خودی کے سر نامے کے لیے منتخب کیا ان میں مولانا روم ایک پیکر جمال فقر انسان کامل کی آرزو اس طرح فرماتے ہیں۔

''کل ایک بزرگ چراغ ہاتھ میں لیے گرد شہر گھوم رہا تھا کہتا تھا کہ میں ان درندہ صفت انسان نما حیوانوں سے ملول خاطر ہوں مجھے کسی انسان کی تلاش ہے میں اپنے سست و کاہل ہمراہیوں سے دل گرفتہ ہوں مجھے کسی شیر خدا اور رستم دستاں کی تلاش ہے میں نے کہا حضرت میں نے بھی اس انسان کو بہت تلاش کیا مگر نہیں پا سکا۔ اس نے کہا ہاں مجھے اسی کی تلاش ہے جسے تو نہیں پا سکا''۔

Marfat.com
Marfat.com

فقر کی بے نیازیاں

Marfat.com
Marfat.com

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن بہ پائمردی ہمسایہ در بہشت

حافظ شیراز کے کلام میں غیر سے بے نیازی اور شانِ استغنا کے جلوے بکھرے دکھائی دیتے ہیں۔

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود
ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

کوچہ جیب کا گدا ہر دو جہاں سے بے نیاز ہوتا ہے۔

گدائے کوئے تو از ہشت خلد مستغنی است
اسیر عشق تو از ہر دو عالم آزاد است

میں تو ان رندان بے سر و پا کی ہمت کا غلام ہوں کہ جن کے نگاہ استغنا میں دونوں جہان ایک تنکے کے برابر ہر قیمت نہیں رکھتے۔

غلام ہمت رندانِ بے سر و پایم
کہ ہر دو کون نیرزد بہ پیش شان یک کاہ

وہ عشاق جن کے سروں میں سودائے عشق الٰہی سمایا ہو دنیا و عقبیٰ دونوں سے مستغنی ہوتے ہیں۔

سرم بدنیا و عقبیٰ فرو نمی آید
تبارک اللہ ازیں فتنہ ہا کہ در سر ماست

غالب نے اپنے انداز میں احسان غیر سے بچنے کی تعلیم دی ہے۔

دیوار بار منت مزدور سے ہے خم
اے خانماں خراب نہ احساں اٹھایئے

دل محمد کا دوہا ہے

جل میں رہ کر بھیک مت کنول روپ سے جی
بات جو چاہیے اپنی پانی مانگ نہ پی

اقبال نے اپنا نظریہ حیات ایک شعر میں بیان کیا ہے جو معراج استغنا کا مظہر ہے فرماتے ہیں کہ مری شاخ زندگی میں نمی مری تشنہ لبی سے ہے۔ میرے نزدیک چشمہ آب حیات کی تلاش کم طلبی کی دلیل ہے۔

بشاخ زندگی، مانے زتشنہ لبی است
تلاش چشمہ حیواں دلیل کم طلبی است

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

فقر غیور

غیرت بے نیازی فقر کا خاصہ ہے اور سوال غیر فقر کے حق میں زہر ہے اسی لئے سید عالم ﷺ نے سوال کرنے کی ممانعت فرمائی۔ اور اپنے غلاموں سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ کسی سے سوال نہیں کریں گے۔ حضور کے غلاموں کو اپنے آقا و مولا کے اس فرمان گرامی کا اس قدر پاس تھا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا چابک بحالت سواری اشتر زمین پر گر پڑا تو آپ اسے اٹھانے کے لئے خود اونٹ سے نیچے اتر آئے اور سوال کر کے کسی کے شرمندہ احسان نہ ہوئے

خود فرود آ از شتر مثل عمر

الحذر از منت غیر الحذر

رموز بیخودی میں تفسیر سورۃ اخلاص کے ضمن میں اللہ الصمد کے عنوان سے اقبال مسلمانوں کو بے نیازی یا فقر کا سبق اسطرح دیتے ہیں۔

اے مسلمان کسی امیر کے آگے اپنی مالی مشکلات بیان نہ کر اور اپنا ہاتھ مت پھیلا علی شیر خدا کی طرح نان جویں پر گزارا کر اور زور حیدری سے وقت کے مرحبوں کی گردنیں توڑ اور خیبر اکھاڑ۔

پیش منعم شکوہ گردوں مکن

دست خویش از آستیں بیروں مکن

چوں علی در ساز بانان شعیر

گردن مرحب شکن خیبر بگیر!

اہل دول کا احسان کیوں اٹھاتا ہے اور ان کی جھڑکیاں کیوں سنتا ہے۔ سیم و زر کے ڈھالے ہوئے ان نت نئے نمیوں کے ہاتھ سے اپنا رزق مت حاصل کر اپنی قدر و قیمت کو جان۔

تو وہ یوسف ہے کہ ہر مصر ہے کنعاں ترا

اپنے آپ کو اسقدر ارزاں نہ سمجھ۔

منت از اہل کرم بردن چرا

نشتر لا و نعم خوردن چرا

رزق خود را از کف دوناں مگیر

یوسف استی خویش را ارزاں مگیر

اے مسلماں تیری حیثیت اگر ایک بے بال و پر چیونٹی کی سی ہے تو بھی کسی سلیمان ذیشان کے آگے اپنا دست احتیاج نہ پھیلا۔ اس جہاں میں آزادی کے ساتھ جینے اور مرنے کے لئے سفر حیات کو اموال دنیا کے ساز،

Marfat.com
Marfat.com

یہاں سے شعر ترجمہ... حضرت فاروق اعظم کا یہ فرمان پڑھئے۔ اقلل من الدنیا تعش حرا

گرچہ باشی ... مرد ... ہے ... بال ...

... بہ ... چوں ... سے ... ہم

رہ و ... شعور ... است ... ساماں ... گیر

در جہاں ... آزاد ... زی ... آزاد ... میر

حکم ... اقلل ... من ... الدنیا ... شمار

از ... تعش ... حرا ... شوی ... سرمایہ ... دار

اس مقام پر اقبال نے ایک مرد قلندر حضرت بو علی شرف کا ایک شعر تاب تضمین فرمایا ہے جسے کتاب فقر کی بے نیازی سے بہت کام کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ تخت کیکاؤس کو پائے استحقار سے ٹھکرا کر گزر جا۔ جان دے دے مگر ناموس فقر پر آنچ نہ آنے دے۔

پشت پا زن تخت کیکاؤس را

سر بدہ از کف مدہ ناموس را

اقبال بے نیازی ہائے فقر کے ضمن میں حضرت امام مالک کا واقعہ نظم فرماتے ہیں کہ

خلیفہ ہارون رشید نے حضرت امام مالک کے حضور پیغام بھیجا کہ میں آپ سے اسرار حدیث سیکھنا چاہتا ہوں آپ مدینہ چھوڑ کر میرے پاس دارالحکومت میں قیام فرمائیں۔

حضرت امام مالک نے فرمایا میں تو اس مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کا نوکر ہوں اور میرے دل و دماغ میں فقط انہی کے عشق کا سودا سمایا ہے۔ میں اس صاحب دولت محبوب کریم ﷺ کے در کا غلام ہوں اس کی حریم پاک سے جدا نہیں ہوں گا میری زندگی اس حبیب کریم کی تعمیر میں مضمر ہے۔ میرے لئے مدینہ کی رات صبح عراق سے خوشتر ہے۔

زندہ از تقبیل خاک یثربم

خوشتر از روز عراق آمد شبم

میں جس عشق کا فرمان پذیر ہوں وہ مجھے بادشاہوں کی خدمت سے منع کرتا ہے۔ تو میرا آقا بننا چاہتا ہے۔ ایک بندۂ آزاد کو اپنا غلام بنانا چاہتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ میں تیری تعلیم کے لئے تیرے در پر آؤں۔ یہ نہیں ہو سکتا یہ غلام ملت آزاد کو نہیں بن سکتا۔ تو اگر علم دین حاصل کرنا چاہتا ہے تو یہاں آ کر میرے حلقہ درس میں بیٹھ۔

عشق می گوید کہ فرمانم پذیر

پادشاہاں را بخدمت ہم مگیر

Marfat.com
Marfat.com

تو ہمی خواہی مرا آقا شوی
بندہ آزاد را مولا شوی
بہر تعلیم تو آیم بر درت
خادم ملت نگر دد چاکرت
بہرہ خواہی اگر از علم دیں
درمیان حلقہ در سم نشیں

شان بے نیازی اپنے اندر سینکڑوں ناز رکھتی ہے اور اس کے ناز کے بے شمار انداز ہوتے ہیں۔

بے نیازی ناز ہا دار دبے
ناز او انداز ہا دار دبے

بے نیازی، صمدیت حق تعالیٰ کی صفت ہے بندہ حق بے نیازی ہائے فقر سے مولا صفات بن جاتا ہے۔ بے نیازی پیراہن حیات سے رنگ غیر کو دھو ڈالنے اور صبغتہ اللہ اختیار کرنے کا نام ہے۔

بے نیازی رنگ حق پوشیدن است
رنگ غیراز پیرہن شوئیدن است

کلام اقبال میں فقر کے بے نیازیوں کے جلوے جا بجا ملتے ہیں۔ اپنا مشرحیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس میں فقیر بے نیاز ہوں مرا مقصدِ زندگی فقط یہ ہے کہ ٹوٹ سکتا ہوں مگر مومیائی کی گدائی نہیں کرسکتا۔

من فقیر بے نیازم مشربم ایں است و بس
مو میائی خواستن نتواں شکستن می تواں
مو میائی کی گدائی سے تو بہتر ہے شکست
مور بے پر حاجتے پیش سلیمانے مبر

اس موضوع کو پیام مشرق کی ایک غزل میں مسلسل اسطرح باندھا ہے۔

آئینہ کی طرح جمال غیر میں محو نہ ہو اپنے دل و دیدہ سے خیال غیر کو مٹا دے مرغان حرم کے نالہ پرسوز سے آگ لے کر اس آشیاں کو جلا دے جس کی بنا تو نے نہال غیر کی شاخ پر رکھی ہے۔ اس دنیا میں اپنے بال و پر کھولنا سیکھ اور اپنے قدموں پر کھڑا ہونا سیکھ دوسروں کے دیئے ہوئے بال و پر سے بلندیوں کی طرف پرواز نہیں کی جاسکتی۔ میں ایک آزاد مرد ہوں اور اسقدر غیور ہوں کہ دوسرے کا عطا کردہ ایک جام آب شیریں بھی میرے لئے زہر قاتل ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

مثلِ آئینہ مشو محوِ جمالِ دگراں
از دل و دیدہ فرو شوی خیالِ دگراں
آتش از نالۂ مرغانِ حرم گیر و بسوز
آشیانے کہ نہادی بہ نہالِ دگراں
در جہاں بال و پرِ خویش کشودن آموز
کہ پریدن نتواں با پر و بالِ دگراں
مرد آزادم و آں گونہ غیورم کہ مرا
می تواں کشت بیک جامِ زلالِ دگراں

فقر حرف آتشِ بیگانہ کے سبب مسلکِ پروانگی کو بھی شانِ فقر سے فروتر سمجھتے ہیں

اللہ کا ہے شکر کہ پروانہ نہیں میں
دریوزہ گرِ آتشِ بیگانہ نہیں میں

ان کے نزدیک آتشِ بیگانہ کی دریوزہ گری شیوۂ مردانگی کے خلاف ہے اقبال جگنو بنا اپنے آپ کو
روشنی میں چمکنے کے لئے بھی غیر کا احسان نہ اٹھائے

دلا نارائی پروانہ تا کے
نگیری شیوۂ مردانہ تا کے
یکے خود را بسوز خویشتن سوز
طوافِ آتشِ بیگانہ تا کے

اگر ممکن تواں طوافِ شمع سے آزاد ہو
اپنی فطرت کے تجلی زار میں آباد ہو

مسلمان اگر تو اپنی کیفیتِ غم سے آگاہ ہو تو قطرۂ شبنم سے بھی آفتاب پیدا کر سکتا ہے۔ مہتاب کی دریوزہ
گری کب تک اپنی رات کو اپنی آتشِ نفس سے روشن کر

اگر آگاہی از کیفِ غمِ خویش
یکے تعمیر کن از شبنمِ خویش
دلا دریوزۂ مہتاب تا کے
شبِ خود را برافروز از دمِ خویش

Marfat.com
Marfat.com

پانی پانی کرگئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ تن ترا نہ من

مرد فقیر نہ خود کسی کا محتاج ہوتا ہے اور نہ کسی کو اپنا محتاج بناتا ہے۔ یہی نکتہ شرع میں ہے۔
یہی تعلیم اسلام ہے یہی پیغام فقر ہے۔

کس نگر دد درجہاں محتاج کس
نکتہ ء شرع مبیں ایں است وبس

حضرت سعدی نے گلستان میں ایک حکایت رقم کی ہے

حاتم طائی سے کسی نے پوچھا کہ تم نے خود سے بڑھ کر کسی شخص کو ہمت والا اور سخی پایا اس نے جواب دیا ہاں ایک روز میں نے چالیس اونٹ قربان کر کے اہل شہر کی دعوت کی میں اثنائے دعوت میں برائے رفع حاجت گوشہء صحرا میں نکل گیا۔ وہاں ایک لکڑہارے کو دیکھا کہ خاردار جھاڑیوں کا گٹھا پشت پر لادے چلا آرہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ وہ حاتم کا مہمان کیوں نہیں ہو جاتا کہ ایک مخلوق خدا اس کے دسترخوان پر جمع ہے۔ اس مرد ہمت نے کہا جو شخص اپنے بازوئے عمل کی قوت سے روٹی کما کر کھاتا ہے۔ وہ حاتم طائی کا احسان نہیں اٹھاتا۔ میں نے اسے ہمت و جوانمردی میں اپنے سے کہیں بڑھ کر پایا۔

منت حاتم طائی نبرد
ہر کہ نان از عمل خویش خورد

غیر سے بے نیازی کا شیوہ زندگی جب سے مسلمان نے کھو دیا وہ در بدر ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔
اسی شعار حیات کا دوسرا نام استغناء ہے۔ وہ استغناء جس میں مسلمانی کا معراج ہے۔ اور جس کے بغیر شکوہ خسروی بھی کسی کا کام کا نہیں۔ بال جبریل کی ایک نظم ''ایک نوجوان کے نام'' میں اقبال فرماتے ہیں۔

امارت کیا شکوہ خسروی بھی ہو تو کیا حاصل
نہ زور حیدری ؓ تجھ میں نہ استغنائے سلمانی ؓ
نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں
کہ پایا میں نے استغناء میں معراج مسلمانی

اقبال کو مسلمان نوجوان سے بجا طور پر شکوہ ہے کہ وہ غیر سے بے نیاز ہونے کی بجائے فقر و استغناء سے بے نیاز ہے۔ اس نے علوم مغربی کو حاصل کیا اور مغربی تہذیب کے غازہ سے اپنا چہرہ تابناک بنانے کی کوشش کی۔ اور اس طرح اپنی قدر و قیمت گنوادی۔ اس نے اپنا آپ گنوادیا اپنی شناخت کھودی۔

Marfat.com
Marfat.com

علم غیر آموختی اندوختی
روئے خویش از غازہ اش افروختی

علم غیر سے ہم نے اپنی جھوٹی نمائش کا سب سامان کر لیا اور وہ کمال جس سے ہم آغوش ہوتی ہے
غیر کے علم کی نقالی کرتے ہیں وہ اپنے ہاتھوں سے برباد کرتے ہیں۔ اس کی عقل افکار غیر کی قیدی
ہو رہی ہے اس کے سینے میں تار نفس بھی تار غیر کا مرہون منت ہے۔ اس کی زبان پر جاری گفتگو غیر سے مستعار
ہے اس کے سینے میں آرزوئیں بھی غیر کی عطا کردہ ہیں۔

عقل تو زنجیری افکار غیر
در گلوئے تو نفس از تار غیر
بر زبانت گفتگوہا مستعار
در دل تو آرزوہا مستعار

اقبال حضرت شیخ الہند کہتے ہیں کہ اگر اس حالت میں وہ محبوب رہے تو مولانا کی الصلوٰۃ تقسیم جس کی نگاہ نار
سے ہم اپنی نظر کو دیکھیں تو اس بات کی خواہش ہو کہ ہم پہنچ جائیں گے۔ افسوس کہ وہ محبوب رکھے
ہمیں اس حال میں پھر دکھائیں گے مست مئے یہ ہم میں سے کسی کے بس کا نہیں ہے۔ ہم پر افسوس ہائے افسوس!

ست مئی گویت مولائے ...
... ما اے وائے اے وائے ...

ہماری زندگی اب تک اس ستارہ سحری کی مانند ہے جو اپنی چمک سے آفتاب کے طلوع کی خبر دیتا ہے اور پھر
اپنی ہستی کو اس کے نور میں گم کر دیتا ہے۔
ہم جو صبح کاذب کے فریب خوردہ ہیں اپنے اندر جھانکیں تو خود آفتاب ہیں۔ پھر بھلا ہم نجوم غیر سے چمک
کیوں خریدتے ہیں۔

زندگانی مثل انجم تا کجا
ہستی خود در سحر گم تا کجا
ریزہ اے از صبح دروغے خوردہ
رخت از پہنائے گردوں بردہ
آفتاب استی یکے در خود نگر
از نجوم دیگراں تابے مخر

Marfat.com
Marfat.com

ہمارے پاس جونسخہ کیمیا تھا ہم نے اسے دے کراس کے عوض خاک لے لی ہے۔ہم نے اپنے دل پر غیر کی تعلیم وتہذیب کا نقش قائم کرلیا ہے۔دوسروں سے مانگی ہوئی تب وتاب سے چمکنا کب تک جاری رہے گا۔شمع بزم اغیار کا طواف کب تک اگر دل رکھتا ہے تو اپنی آگ کے سوز میں جل۔ نظر کی طرح اپنے پردوں میں رہ یا اپنی طاقت سے پرواز کر یا اپنی جگہ پر ہی رہ۔

تا کجا رخشی زتابِ دیگراں
سر سبک ساز ارشراب دیگراں
تا کجا طوف چراغ محفلے
زآئش خود سوز اگر داری لے
چو نظر در پردہ ہائے خویش باش
می پردا ما بجائے خویش باش

اس جہاں میں مثال حباب زندگی بسر کر اور اپنے خلوت خانہ کی راہ بلبلے کی مانند غیر پر بند رکھ حباب اپنی خودداری اور استغنا کی بدولت ہمیشہ نگوں پیانہ ہوتا ہے۔اور سطح آب پر اپنی چھوٹی سی خلوت گاہ کا راستہ غیر کے لئے بند رکھتا ہے۔

در جہاں مثل حباب اے ہوشمند
راہ خلوت خانہ براغیار بند

مصطفیٰ علیہ ﷺ کے پیغام سے آگاہ ہو غیراللہ سے اپنے دل کو بے نیاز کرے کہ یہی مقتضائے توحید ہے

از پیام مصطفیٰ آگاہ شو
فارغ از ار بابِ دون اللہ شو

ساقی نامہ میں اس طرح درس استغنا دیتے ہیں۔

خودی کے نگہباں کو ہے زہر ناب
وہ ناں جس سے جاتی رہے اسکی آب
وہی ناں ہے اس کے لئے ارجمند
رہے جس سے دنیا میں گردن بلند
فرو فال محمود سے در گزر
خودی کو نگہ رکھ ایازی نہ کر

Marfat.com
Marfat.com

فقر غیور

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

غیرتِ فقر

اقبال نے جس فقر کو دین کا مترادف قرار دیا ہے اسے فقر غیور کا نام دیا ہے۔ غیرت و حمیت فقر کی نمایاں ترین خوبی ہے۔ غیرت وہ دولت عظیم ہے جو غریبی کو محسود امیری بناتی ہے۔ اور صاحب فقر کو سنجر و طغرل سے بڑھ کر شان و شکوہ عطا کرتی ہے۔

غیرت ہے بڑی چیز جہان تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سر دارا
غریبی میں ہوں محسود امیری
کہ غیرت مند ہے میری فقیری

اقبال کے نزدیک غیرت ہی حقیقی طریقت ہے۔

غیرت ہے طریقت حقیقی
غیرت سے ہے فقر کی غلامی

اقبال کا سارا کلام اسی غیرت فقر کا ترجمان ہے جسے کہیں وہ اسرار خودی کے عنوان سے بیان کرتے ہیں تو کہیں رموز بے خودی کا نام دیتے ہیں۔

مسلمان کو غیرت مردانہ کا سبق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گائے اور بھیڑ شیری کا راز نہیں سمجھ سکتی اس لئے اپنے اسرار شیر مردوں کے علاوہ کسی سے مت بیان کر کسی کمین فطرت اور رذیل کے ساتھ بیٹھ کر شغل مے نہیں ہو سکتا خواہ وہ سفلہ بادشاہ روم ورے ہی کیوں نہ ہو ہمارے یوسف کو اگر بھیڑیے لے جاتے تو بہتر تھا اس سے کہ کوئی مرد ناکس اسے خریدتا۔

سر شیری را نہ فہمد گاؤ میش
جز بہ شیراں کم بگو اسرار خویش
با حریف سفلہ نتواں خورد مے
گرچہ باشد پادشاہ روم ورے
یوسف مارا اگر گرگے برد
بہ کہ مرد ناکسے اوراخرد

علامہ اقبال کی زندگی کے آخری دنوں میں جب وہ بہت بیمار تھے سر اکبر حیدری نے ایک ہزار کا چیک مدد

Marfat.com
Marfat.com

فقرِ غیور

سے انہیں بھجوایا۔ اقبال نے یہ امداد قبول نہیں کی اور ساتھ ہی چند اشعار بھی لکھ بھیجے جو ان کی غیرت کا مظہر ہیں۔

تھا یہ اللہ کا فرماں کہ شکوہِ پرویز
دو قلندر کو کہ ہیں اس میں ملوکانہ صفات
مجھ سے فرمایا کہ لے اور شہنشاہی کر
حسنِ تدبیر سے دے آنی و فانی کو ثبات
میں تو اس بارِ امانت کو اٹھاتا سرِ دوش
کامِ درویش میں ہر تلخ ہے مانندِ نبات
غیرتِ فقر مگر کر نہ سکی اس کو قبول
جب کہا اس نے یہ ہے میری خدائی کی زکوٰۃ

Marfat.com
Marfat.com

غیرتِ فقر

اقبال نے جس فقر کو دین کا مترادف قرار دیا ہے اسے فقر غیور کا نام دیا ہے۔ غیرت وحمیت فقر کی نمایاں ترین خوبی ہے۔ غیرت وہ دولت عظیم ہے جو غریبی کو محسود امیری بناتی ہے۔ اور صاحبِ فقر کو سنجر وطغرل سے بڑھ کر شان وشکوہ عطا کرتی ہے۔

غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ ودو میں
پہناتی ہے درویش کو تاجِ سرِ دارا
غریبی میں ہوں محسود امیری
کہ غیرت مند ہے میری فقیری

اقبال کے نزدیک غیرت ہی حقیقی طریقت ہے۔

غیرت ہے طریقت حقیقی
غیرت سے ہے فقر کی غلامی

اقبال کا سارا کلام اسی غیرتِ فقر کا ترجمان ہے جسے کہیں وہ اسرار خودی کے عنوان سے بیان کرتے ہیں تو کہیں رموز بے خودی کا نام دیتے ہیں۔

مسلمان کو غیرتِ مردانہ کا سبق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ گائے اور بھیڑ شیری کا راز نہیں سمجھ سکتی اس لئے اپنے اسرار شیر مردوں کے علاوہ کسی سے مت بیان کر کسی کمین فطرت اور رذیل کے ساتھ بیٹھ کر شغل مے نہیں ہوسکتا خواہ وہ سفلہ بادشاہ روم ورے ہی کیوں نہ ہو ہمارے یوسف کو اگر بھیڑیے لے جاتے تو بہتر تھا اس سے کہ کوئی مرد ناکس اسے خریدتا۔

سر شیری را نہ فہمد گاؤ میش
جز بہ شیراں کم بگو اسرار خویش
با حریف سفلہ نتواں خورد مے
گرچہ باشد پادشاہ روم ورے
یوسف مارا اگر گرگے برد
بہ کہ مرد ناکسے اوراخرد

علامہ اقبالؒ کی زندگی کے آخری دنوں میں جب وہ بہت بیمار تھے سر اکبر حیدری نے ایک ہزار کا چیک مدد

Marfat.com
Marfat.com

فقرِ غیور

[illegible] اقبال نے [illegible]

[illegible]

تھا یہ فرمانِ الٰہی کہ شکوہِ پرویز
دو قلندر کو کہ ہیں اس میں ملوکانہ صفات
مجھ سے فرمایا کہ لے اور شہنشاہوں کے ساتھ
حسنِ تدبیر سے دے آنی و فانی کو ثبات
میں تو اس بارِ امانت کو اٹھاتا سرِ دوش
کامِ درویش میں ہر تلخ ہے مانندِ نبات
غیرتِ فقر مگر کر نہ سکی اس کو قبول
جب کہا اس نے یہ ہے میری خدائی کی زکوٰۃ

Marfat.com
Marfat.com

دلنوازی ہائے فقر

الدین نصیحۃ دین خیر خواہی کا نام ہے

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

مسلک فقراء کا دوسرا نام حسن خلق ہے حسن اخلاق تصوف کا عین اور کمال ہے۔

حسن خلق مہر و محبت، شفقت و رحمت اور دلداری و دلنوازی اہل فقر کا طرہ امتیاز ہے۔

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دلنوازی کا
مروت حسن عالمگیر ہے مردانِ غازی کا

دلنوازی کا ہنر اس مرد فقیر سے بڑھ کر اور بھلا کون جانے گا کہ جس کے قلب و نگاہ قلب المومن عرش اللہ تعالیٰ کی حقیقت سے آشنا ہوتے ہیں۔

مرشد رومیؒ فرماتے ہیں کہ دلنوازی حج اکبر سے بڑھ کر عمل ہے ایک دل ہزاروں کعبوں سے بہتر ہے خانہ کعبہ تو خلیل اللہ کی بنیاد اور نشانی ہے مگر دل وہ گزرگاہ ہے جس پر محبوب حقیقی جلیل اکبر کا آنا جانا رہتا ہے۔

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنگاہ خلیل آذر است
دل گزرگاہ جلیل اکبر است

فقر کی دلنوازیاں ہمہ گیر ہیں صاحب فقر سراپا رحمت و شفقت ہوتا ہے۔

بندہ عشق از خدا گیرد طریق
می شود بر کافر و مومن شفیق
اسکی نفرت بھی عمیق اسکی محبت بھی عمیق
قہر بھی ہے اس کا ہے اللہ کے بندوں پہ شفیق

اقبال کے نزدیک طریقت احکام شریعت کو قلب و روح کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام ہے اور احکام الٰہی کو قلب و روح کی گہرائیوں میں محسوس کر کے 'محسن' بننے والا بندہ خدا صاحب طریقت کہلاتا ہے۔ وہ اہل طریقت جس قرآن حکیم میں 'محسنین' کے خطاب سے نوازا گیا اہل فقر ہین صاحب فقر کمالِ احسان کی منزل پر ہوتا

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔ اور خلقِ خدا [illegible] مخلوقِ خدا کے لیے سراپا محبت و رحمت ہوتا ہے۔ [illegible]

[illegible] قلندری و سکندری کا فرق بیان کرتے ہوئے اقبال [illegible] قرار دیتے ہیں۔

[illegible] قلندری [illegible] سکندری

[illegible] سامری

[illegible]

[illegible] عشق [illegible]

[illegible]

[illegible] قاہری [illegible]

آپ نے [illegible] عشق [illegible] قاہری [illegible] بتائی ہے۔

[illegible] عشق و مستی قاہری است

[illegible] عشق و مستی [illegible] است

[illegible] قرآن حکیم کی ایک آیت [illegible]

[illegible] بیان فرما دیا ہے۔

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ترٰھم رکعا سجدا

یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں [illegible] آپ کی معیت [illegible]

[illegible] آپ [illegible]

[illegible]

[illegible] ہوتے دیکھے جاتے ہیں۔

اللہ کی محبت [illegible] اللہ کے لیے ہوتی ہیں۔ حضور [illegible] ﷺ کا ارشاد ہے

من احب للہ و ابغض للہ و اعطی للہ و منع للہ فقد استکمل الایمان

جس نے محبت کی اللہ کے لیے جس نے بغض رکھا [illegible]

اس کا ایمان کامل ہے۔

بندۂ خدا [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن
جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

Marfat.com
Marfat.com

صاحبِ فقر

بندۂ عشق — مردِ مومن — صاحبِ دل

اقبال نے اپنے کلام میں مردِ مومن کی جو صفات بیان کی ہیں مردِ فقیر ان تمام صفات کا مظہر ہوتا ہے۔ ان اوصاف میں سے نمایاں ترین وصف "عشق" ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ فکرِ اقبال کا خلاصہ ایک لفظ میں بیان کریں تو جواب میں بلا تردد "عشق" کا لفظ پیش کیا جا سکتا ہے۔ اقبال کے مسلک میں جو اہلِ عشق سے عاری ہے وہ ایمان سے خالی ہے۔

ہر کہ کس عاشق نہ شد کافر است

اقبال سے اس مسلکِ عشق کی ترجمانی ان کے ایک پسندیدہ شاعر نظیری نے اس طرح کی ہے۔

کسے کہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست

جو شخص بھی محبوب کا کشتہ نہیں ہوا وہ ہمارے قبیلے کا فرد نہیں ہے۔

اقبال نظیری کے اس مصرعہ کو اتنا عزیز رکھتے ہیں کہ اسے سلطنتِ جمشید کے عوض بھی دینے پر تیار نہیں۔ اپنی ایک غزل میں اسی مصرعہ کو اس طرح تضمین کرتے ہیں

بملکِ جم ندہم مصرعۂ نظیری را
کسے کہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست

یعنی اقبال کا مسلکِ عشق دشت و صحرا اور شب تاریک والا نہیں بلکہ غلغلہ و ہنگامہ اور غلبہ و تسخیر والا ہے۔

بیا کہ غلغلہ در شہرِ دلبراں فکنیم
جنونِ زندہ دلاں ہرزہ گردِ صحرا نیست

نظیری کے جس مصرعہ کو اقبال ملکِ جمشید کے عوض دینے پر تیار نہیں اس کا مصرعِ اول بھی اسی مسلکِ عشق کا ترجمان ہے۔

گریز از صفِ ما اے کہ مردِ غوغا نیست
کسے کہ کشتہ نشد از قبیلۂ ما نیست

اقبال نے اسی بحر کی ایک غزل میں مسلک کی وضاحت یوں فرمائی ہے۔

شریکِ حلقۂ رندانِ بادہ پیما باش
حذر ز بیعتِ پیرے کہ مردِ غوغا نیست

Marfat.com
Marfat.com

اقبال ایسے مرشد کی بیعت سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں جو مسلک عشق کا راہبر نہیں ہے۔ اقبال کے نزدیک صاحب فقر اس قوتِ عشق کا حامل ہوتا ہے جو ہر لمحہ تسخیر میں مصروف ہوتی ہے۔ اقبال کے مسلک میں عاشق وہ نہیں جو محو آہ و فغاں ہوتا ہے بلکہ اقبال کے نزدیک بندہ عشق وہ ہے جو ہتھیلی پر دونوں جہاں اٹھائے ہوئے ہے۔

عاشق آں نیست کہ لب گرم فغانے دارد
عاشق آں است کہ برکف دو جہانے دارد

یہ دل مردہ جو ہر وقت آب و گل کے تقاضوں کا اسیر رہتا ہے اگر قوتِ عشق سے زندہ ہو جائے اس کی تنگ دامانی ایسی لامتناہی وسعتوں میں بدل جاتی ہے۔ جس میں سینکڑوں کائناتیں سما جائیں۔

گرچہ دل زندانی آب و گل است
ایں ہمہ آفاق آفاقِ دل است
دل بدست آور کہ در پہنائے دل
می شود گم ایں سرائے آب و گل

اور

خلق کہتی ہے۔ جسے دل ترے دیوانے کا
ایک گوشہ ہے یہ دنیا اسی ویرانے کا

انسان آج زمان و مکان کا قیدی بن کر رہ گیا ہے لیکن اسکا حقیقی منصب زمان و مکان پر حاوی ہونا ہے۔ صاحب فقر بندہ مومن کی شان یہ ہے۔

افلاک سے رکھتا ہے حریفانہ کشاکش
خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن
جچتے نہیں کنجشک و حمام اسکی نظر میں
جبریل و سرافیل کا صیاد ہے مومن

مرد فقیر اس حقیقت سے آشنا ہوتا ہے کہ زندگی محض سلسلہء تار نفس کا

نام نہیں بلکہ حقیقی زندگی شکستِ طلسم ایام ہے
مرد قلندر آیام کا مرکب نہیں راکب ہوتا ہے
تو از شمار نفس زندہ ای نمی دانی
کہ زندگی بہ شکست طلسم ایام است

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

عالم ﷺ کی ہتھیلی پر ایک دانہ خشخاش کے برابر ہے۔ اور یہی حقیقت ہے حضور پرنور سرور عالم ﷺ کے حاضر ناظر ہونے کی۔ آپ ناظر ہیں اس کائنات کے جو آپ کے لئے حاضر کردی گئی ہے۔ مولانا رومؒ مثنوی شریف میں حضور نبی اکرم واعظم ﷺ کے بچپن کا ایک واقعہ نظم کرتے ہیں کہ عالم طفلی میں جب حضور ﷺ اپنی رضاعیماں حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے پاس رہتے تھے ایک روز آپ اپنے رضائی بہن بھائیوں کے ہمراہ صحرا میں بھیڑ بکریاں چرانے کے لئے آئے ہوئے تھے کہ شق صدر کا واقعہ پیش آیا۔ حضورؐ جب اپنے رضائی بہن بھائیوں کی نگاہوں سے غائب ہوگئے تو وہ پریشان ہوکر اپنے والدہ کے پاس گئے اور انہیں جاکر آپ کی گمشدگی کے بارے میں بتایا۔ حضرت حلیمہ سعدیہؓ حضور کی تلاش میں روتی ہوئی پھر رہی تھیں کہ اچانک آواز آئی۔

اے حلیمہ غم مت کر وہ محمد ﷺ تجھ سے گم نہیں ہونگے۔ بلکہ سارا عالم ان میں گم ہوگا۔

غم مخور یا وہ نگر دد عالم او

بلکہ عالم یا وہ گردد اندر او

الغرض تسخیر کائنات بندہ مومن کے بنیادی اوصاف میں سے ہے حضور سید عالم ﷺ کی غلامی کے صدقے یہ کائنات بندہ مومن کو ورثہ میں عطا ہوئی ہے۔

جہاں تمام ہے میراث مرد مومن کی

میرے کلام پہ حجت ہے نکتہ لولاک

اقبال کی نگاہ میں یہ عالم مومن جانباز کی میراث ہے اور جو صاحب لولاک نہیں وہ مومن کامل نہیں ہے۔

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث

مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے

بندہ حق کا مقصود و محبوب اللہ ہے اور قرب الٰہی کا حصول بندہ حق کی آخری منزل ہے اقبال کے نزدیک تسخیر کائنات کے بغیر قرب الٰہی کا حصول ناممکن ہے۔ کیونکہ اس محبوب حقیقی سے ملاقات تبھی ممکن ہے جب انسان زمان ومکان کی قید سے باہر نکلے اور زمان ومکان کو اپنا اسیر کرلے۔ زمانہ کیا ہے اس محبوب دلآرام کا قاصدِ طیار جس کا وجود سراپا پیغام محبوب ہے۔ اس پیغام محبت کی سماعت اور فہم کے لئے لازمی ہے کہ اس قاصد کو اپنے قابو میں کرلیا جائے

زمانہ قاصد طیار آں دلآرام است

چہ قاصد کے وجودش تمام پیغام است

اس معشوق ازلی کے پرستار دونوں جہاں ہتھیلی پہ لئے اس بازار میں نکلتے ہیں جہاں فقط عشق کا سودا ہوتا ہے۔

دوعالم نقدِ جہاں بردست دارند

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

افلاک سے رکھتا ہے حریفانہ کشاکش
خاکی ہے مگر خاک سے آزاد ہے مومن
جچتے نہیں کنجشک و حمام اسکی نظر میں
جبریل و سرافیل کا صیاد ہے مومن

دست در دامن جاں خواہم زد
پائی برفرق جہاں خواہم زد
اسپ بر جسم وجہت خواہم تاخت
بانگ برکون و مکاں خواہم زد

بندہ حق قرب الٰہی کے حصول کے لئے ہر لحہ تسخیر میں مصروف رہتا ہے۔اس عمل میں وہ عالم محسوسات کو تسخیر کرنے عناصر پر حکمران ہوتا ہے۔اور ہر ذرہ سے ایک نیا جہاں تعمیر کرتا ہے۔اہل نظر کے لئے کوہ وصحرا دشت و دریا بحر و بر تختہ ءتعلیم ہوتے ہیں۔یہ جہاں کاروان حیات کی ایک رہگذر ہے۔اور مومن کی قوتوں کی امتحان گاہ ہے۔

ہر کہ محسوسات را تسخیر کرد
عالمے از ذرہ تعمیر کرد
کوہ وصحرا دشت و دریا بحروبر
تختہ تعلیم ارباب نظر

عالم محسوسات کو زیر کر لینے اور زمان ومکان پر غالب آنے کی ترغیب قرآنِ حکیم میں دی گئی ہے اور اس کے ذریعے کی نشاندھی بھی فرمائی گئی ہے جو بندہ مومن کو زمان ومکاں کی سرحدوں سے باہر نکلنے میں مدد کرتا ہے۔

یٰمعشر الجنّ والا نس اِن اسۡتطعۡتم اَنۡ تنفذوا مِنۡ اقطارِ السّموٰتِ والاَرضِ فانفذوا لا تنفذون الا بسُلطٰنٍ

اے گروہ جن وانس اگر تم میں طاقت ہے کہ تم زمین اور آسمانوں کی سرحدوں سے نکل سکوتو نکل جاؤ تم بغیر سلطان (قوت) نہیں نکل سکتے۔

بندگان حق کے لئے حق تعالٰی کا یہ چیلنج انہیں دعوت تسخیر دیتا ہے۔اور وہ قوت سلطان حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے جس کی مدد سے عالم محسوسات کا قیدی زمان ومکاں کی سرحدوں سے باہر نکل سکتا ہے۔مولانا پانی پتی تفسیر مظہری میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "بسلطان" سے "بسلطانی" یعنی میری قوت ہے۔یعنی ویسے تو زمین وآسماں کے دائرے سے باہر نکلنا ممکن نہیں البتہ میری قوت کسی کو حاصل ہوجائے تو وہ ان حد بندیوں سے

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

صاحب فقر صاحب جنوں

اقبال کے نزدیک زندگی اس جذب دروں کا نام ہے جو بندہ مومن کو ایک مجذوبانہ کیفیت عطا کرتا ہے۔

حیات کیا ہے خیال و نظر کی مجذوبی
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناگوں
ضمیر پاک و نگاہ بلند و مستی شوق
نہ مال و دولت قاروں نہ فکر افلاطوں

جناب رسالت مآب ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

لا یو من احد کم حتی یقال انہ مجنون

تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے دیوانہ نہ کہا جانے لگے اسی لئے اقبال بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے ہیں۔

عطا اسلاف کا جذب دروں کر
شریک زمرہ لا یحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا ہوں
مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

ایک اور مقام پر حضور حق میں لادینی کے خلاف استغاثہ کرتے ہوئے اپنے لئے اس سوز دروں سے حصہ مانگتے ہیں جو فقر صدیقؓ کی روح ہے۔

دگرگوں کر دلادینی جہاں را
ز آثار بدن گفتند جاں را
ازاں فقرے کہ باصدیقؓ دادی
بشورے آوریں آسودہ جاں را

اقبال کی نظر میں یہی جذب دروں روح فقر ہے اور اصل ایمان ہے

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مرد مسلماں بھی کافر و زندیق

ایک مرد قلندر کی نگاہ میں بے وقار زندگی موت سے بدتر ہوتی ہے۔ اور باوقار موت زندگی کی جان ہے۔ یہی

Marfat.com
Marfat.com

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

درہمی خواہد ازیں قوم ذلیل

اس کے بعد مولانا ایک حدیث پاک نظم کرتے ہیں۔

حضور سرور عالم ﷺ کا فرمان ہے کہ خدا تمہاری صورت کو نہیں دیکھتا۔ بس کسی صاحب دل کی تلاش کی تدبیر کرو اللہ کسی صاحب دل ہی کے ذریعے تم پر نظر کرم فرماتا ہے نہ کہ تمہاری شکل وصورت تمہارے سجود و قیام اور صدقات وخیرات دیکھ کر

گفت الا ینظر الی تصویر کم
فابتغو اذا القلب فی تبدیر کم
من زصا حبدل کنم در تو نظر
نے بنقش و سجدہ و ایثار زر

اے اہل جہاں تم نے اپنے دل کو دل سمجھ لیا ہے اور کسی صاحب دل کی جستجو ترک کر دی ہے حالانکہ دل اس وسعت عظیم کا نام ہے جس میں اگر سات آسمانوں جیسے سات سو آسمان بھی سما جائیں تو ان کا پتہ نہ چلے کہ کہاں گم ہو گئے۔ ان ریزوں جیسے چھوٹے داؤں کو دل نہ کہو۔ اس دنیا کے سبزوار میں کسی صاحب دل کی جستجو مت کرو۔ صاحب دل تو چہرخا آئینہ ہوتا ہے اس میں شش جہت سے حق تعالیٰ نظر کرتا ہے۔ اس میں شش جہت سے نور الٰہ منعکس ہوتا ہے۔ وہ بندہ جو شش جہات میں ٹھکانہ نہ رکھتا ہو وہ ایک لمحہ کے لئے بھی غیر حق کو دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ جس بندہ حق میں خدا خود شش جہات سے دیکھ رہا ہو۔ وہ بھلا شش جہات میں کیونکر سما سکتا ہے اور ایک لمحہ کے لئے بھی ماسوئی اللہ کی طرف کیونکر دیکھ سکتا ہے۔

صاحب دل آئینہ شش روبود
حق درواز شش جہت ناظر شود
ہر کہ اندر شش جہت دارد مقر
کے کند در غیر حق یک دم نظر

مرد حق ہر حال میں اپنے اللہ ہی کے لئے ہوتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے تو اللہ کے لئے قبول کرتا ہے تو صرف اسی کا سہارا قبول کرتا ہے اس لئے صاحب دل اللہ کا منتخب بندہ ہوتا ہے۔

گر کند او از برائے او کند
در قبول آرد بمو باشد سند
چونکہ او حق را بود در کل حال

Marfat.com
Marfat.com

Marfat.com
Marfat.com

بہ کہ برفرقِ سرِ شاہاں روی

صاحب فقر پیکرِ حریت ہوتا ہے آزادی وحریت اس کے رگ پے میں سمائی ہوتی ہے اسکی گھٹی میں پڑی ہوتی ہے۔ جب بندہ اپنے مولا کو مالک وخالق ورازق وحاکم حقیقی مان کر اپنا سر نیاز اس کی بارگاہ میں جھکا دیتا ہے تو اسے اس اطاعت کا صلہ نعمت حریت کی صورت میں عطا ہوتا ہے۔ اقبال مردانِ خدا کے عنوان سے بندہ حر کا تعارکراتے ہوئے کہتے ہیں۔

وہی ہے بندہ حر جس کی ضرب ہے کاری
نہ وہ کہ حرب ہے جسکی تمام عیاری
ازل سے فطرت احرار میں ہیں دوش بدوش
قلندری و قباپوشی و کلہ داری
زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے
انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چنگاری
وجود انہیں کا طواف بتاں سے ہے آزاد
یہ ترے مومن وکافر تمام زناری

حریت وآزادی زندگی کی خوابیدہ قوتوں کو جگاتی، جلاتی اور نشوونما دیتی ہے اس کے برعکس غلامی میں زندگی کی بھرپوری قوتیں بھی راہ نمونہ پا کر گھٹ کے رہ جاتی ہیں اور غلامی قوت بائے حیات کے لئے پیغام اجل ثابت ہوتی ہے۔

بندگی میں گھٹ کے رہ جاتی ہے اک جوئے کم آب
اور آزادی میں بحر بیکراں ہے زندگی

فقر زندگی کی بے پناہ قوتوں اور صلاحیتوں کے اظہار کا نام ہے اس لئے غلامی کی ضد ہے۔ حریت وآزادی فقر کا نمایاں وصف ہے۔ اقبال اپنی مثنوی پس چہ باید کرد میں ''مرد حر'' کے عنوان سے حواشعار رقم کئے ان سے ایک مرد فقر کی بہت سی خوبیاں اور عظمتیں آشکارا ہوتی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ مرد حر ورد لاتخف سے محکم ہوتا ہے۔ یعنی اس کا خدا پر یقین اسے ہر خوف سے آزاد کر دیتا ہے۔ وہ میدان جہاد میں سربکف ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ہم سر میداں خوف جاں سے لرزاں وترساں پناہ ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ مرد حر کا ضمیر نور لا الہ سے روشن ہوتا ہے۔ اس لئے وہ کبھی کسی سلطان ومیر کا غلام نہیں ہوتا۔ حر اونٹوں کی طرح بوجھ اٹھاتا ہے۔ سخت ترین مشقتیں اور اذیتیں جھیلتا ہے۔ مگر کسی دنیادار کے آگے جھکنا گوارا نہیں کرتا۔

Marfat.com
Marfat.com

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

چہرہ گل از نم او احمر است
آتش مادودِ او رشن تر است
دارد اندر سینہ تکبیر امم
در جبین اوست تقدیر امم

شاہانِ وقت اس کی غیرت فقر سے لرزاں ہوتے ہیں وہ دین کے رازوں کو صرف جانتا ہی نہیں بلکہ دیکھتا ہے۔ وہ محرم را درونِ مہمان خانہ ہوتا ہے۔

بادشاہاں در قباہائے حریر
زرد رواز سہم آں عریاں فقیر
سر دیں مار اخبر اور انظر
اودرونِ خانہ مابیرونِ در

مرد حر غیر سے بے نیاز ہوتا ہے۔ وہ صرف اس کا بندہ ہوتا ہے (عبدہ) اگر چہ اس کا وجود اس جہانِ رنگ و بو میں سماتا پھر بھی اس جہانِ بے ثبات کے لئے باعث اثبات ہوتا ہے۔ موت اس اس کے لئے سفر زندگی کی منازل میں سے ایک منزل ہے۔ وہ سراپا کردار اور کم سخن ہوتا ہے۔ ہم گدایاں کوچہ گرد و فاقہ مست ہیں مگر بندہ حر فقر کی عطا کردہ تیغ لا الہ کا حامل ہوتا ہے۔ ہم ہوا کے بگولے میں قید تنکے کی طرح اڑتے پھرتے ہیں مگر مرد حر اپنی ضرب کاری سے کوہ گراں توڑ کر جوئے شیر بہا لاتا ہے۔

ماگدایاں کوچہ گرد و فاقہ مست
فقر او از لا الہ تیغے بدست
ماپر کاہے اسیر گرد باد
صبر بش از کوہ گراں جوئے کشاد

مرد حر کی محبت انسان کو انسان بنا دیتی ہے۔

صحبت علم کتابی خوشتر است
صحبت مردان حر آدم گر است

مرد حر صلح کے وقت گلشن میں نسیم بہار کے جھونکے کی طرح ہوتا ہے۔ اور جنگ کے لمحات میں شیران غاب سے بڑھ کر غضبناک ہوتا ہے۔ مرد حر محکوم جہاں نہیں ہوتا بلکہ سارا جہاں اس کا محکوم ہوتا ہے اس لئے اسے کوئی لمحہ فراغت میسر نہیں ہوتا وہ ہمہ وقت مصروف عمل رہتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

سجۂ اقلل من الدنیا شمار
از تعش تخرا شوی سرمایہ دار

مرد حر بندہ آزاد شیر کی طرح ہے اس کی زندگی کا ایک پل بھیڑ کی زندگی کے سو سال سے بہتر ہے۔
یک دم شیری بہ از صد سال میش

موت تو بندہ آزاد کے لیے ایک صید زبوں ہوتی ہے۔ بندہ آزاد موت پر اسطرح جھپٹتا ہے جیسے شاہین کبوتر پر۔ محکوم ہر لحہ موت کے خوف سے مرتا ہے۔ اور زندگی اس کے لئے حرام ہوتی ہے۔ مگر بندہ آزاد کی شان نرالی ہے۔ موت اس کے لئے نئی زندگی کا پیام لاتی ہے۔

بندہ آزاد را شانے دگر
مرگ او رامی دہد جانے دگر

مرد حر بندہ آزاد خود اندیش ہوتا ہے مرگ اندیش نہیں اسے موت کا کوئی خوف نہیں ہوتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ آزاد مردوں کی موت ایک لحہ سے زیادہ نہیں ہوتی

مرگ آزاداں زآنے بیش نیست

بندہ آزاد اپنے مولا سے اس موت کا طلبگار رہتا ہے جو راہ شوق کی آخری منزل اور شہادت گاہِ الفت میں انتہا ہے۔ بندہ آزاد کے لئے موت باعث شکر اور ذریعہ حصول نعمت ہے کیونکہ یہ اسے جادہ شوق کی انتہا تک لے جا کر اپنی اصل سے واصل کر دیتی ہے۔ بندہ حر مشکلات راہ کو خاطر میں نہیں لاتا مخالفت کے کوہ گراں کو پاؤں کی ٹھوکر سے گراتے ہوئے منزل کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔ وہ مرد فقر جو سنگ راہ کو کانچ کی طرح ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔

شاہان وقت اس کے مطیع و فرمانبردار ہوتے ہیں۔

ہر کہ سنگ راہ را داند زجاج
گیر د آں درویش از سلطان خراج

اس مرد حر کی ہیبت سے شاہان وقت کے بدن حریر و مرد سنجاب کی قباؤں میں لرزتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

صاحب فقر متوکل علی اللہ ہوتا ہے

Marfat.com
Marfat.com

فقرِ غیور

حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا۔ اے شفیق تم نے مجبور و معذور پرندہ بننا پسند کیا اور تندرست پرندہ بننا پسند نہ کیا کہ تمہیں مقام بلند نصیب ہوتا کیا تم نے فرمانِ نبوی نہیں سنا کہ "اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے" مومن تو ہمیشہ بلندی درجات کی تمنا کرتا ہے۔

اقبال کہتے ہیں کہ بندہ حق عزم و توکل کے بل بوتے پر قوت و شوکت کا حامل ہوتا ہے۔ یہ دو خصوصیات ایمان کا جوہر ہیں اگر مسلمان ان دو جوہر ایماں سے عاری ہے تو وہ مومن نہیں ہے۔

مومن از عزم و توکل قاہراست
گرندارد ایں دو جوہر کافراست

صاحب عزم و توکل خیر کو شر سے پہچانتا ہے اسکی نگاہ خاراشگاف سے عالم زیر و زبر ہو جاتا ہے۔ اس کی ضرب سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اور اس کے گریباں میں ہزاروں ہنگامہ ہائے حشر پنہاں ہوتے ہیں۔

خوشا وہ مرد فقیر کہ جو غیر اللہ کی غلامی سے آزاد ماسوی اللہ سے بے نیاز ہے جو محبوب حقیقی کے علاوہ کسی سے دل نہیں لگاتا۔

اے خوش آں مرد ے کہ دل باکس نداد
بند غیر اللہ را از پا کشاد!

اس کی نگاہ میں بادشاہوں کے محلات دیرینہ صنم خانے ہیں۔ اس کی غیرت فقر حکم غیر کو برداشت نہیں کرتی۔ اس کے کان صرف اس درس وحدت سے آشنا ہوتے ہیں کہ "اللہ بس باقی ہوس" اس لئے وہ کسی کے دام میں نہیں آتا

در نگاہش قصر سلطاں کہنہ دیر
غیرت او بر نتابد حکم غیر
درس او اللہ بس باقی ہوس
تانیفتد مرد حق در بند کس

زندگی کی شاخ تاک میں سوز اسی کے نم سے ہے اور اس مشتِ خاک میں جان پاک اسی کے دم سے ہے۔

صاحب عزم و توکل معنی جبریل و قرآن ہوتا ہے وہ فطرۃ اللہ کا نگہبان ہوتا ہے اسکی حکمت و دانائی عقل ذوفنوں سے کہیں برتر و بالا ہوتی ہے۔ اس کا ضمیر ایک قوم کی پرورش گاہ ہوتا ہے۔ وہ حکمران ہوتا ہے مگر تاج و تخت سے بے نیاز نہ اسے کلاہ کی ضرورت ہوتی ہے نہ حاجت سپاہ و خراج۔

حکمرانے بے نیاز از تخت و تاج
بے کلاہ بے سپاہ و بے خراج

Marfat.com
Marfat.com

صاحبِ فقر پیکرِ تسلیم و رضا ہوتا ہے

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

ازاں درپیش خورشید ش ہمی دارم کہ نم دارم

بجا ہے کہ خورشید کے سامنے شبنم کب ٹھہر سکتی ہے۔

من شمع جانگدازم تو صبح دلربائی

نے تاب وصل دارم نے طاقتِ جدائی

بھلا شمع جانگداز اور صبح دلربائی کا وصال کیوں کر ممکن ہے

اقبال کہتے ہیں کہ اگر چہ جدائی کی شدت سے تیری جاں لبوں پر ہی کیوں نہ آ جائے محبوب حقیقی کا وصال نہ مانگ، اس کی رضا کا طلبگار رہ۔

از جدائی گرچہ جاں آید بلب

وصل اوکم جو رضائے اوطلب

حضور سرورِ عالم ﷺ نے محبوب حقیقی کی رضا طلبی کا حکم فرمایا ہے۔

اور اس سے بڑھ کر احکام دین میں کوئی شے نہیں۔

مصطفی ﷺ داد از رضائے او خبر

نیست دراحکام دیں چیزے دگر

وصل و فراق کی گرہ اقبال اپنی نگاہ بصیرت سے اس طرح کھولتے ہیں۔ کہ ہمارا وصال وصال اندر فراق ہے۔ جس طرح موتی سیپ میں بندآغوش دریا میں گم ہوتا ہے۔ مگر آب دریا گہر نہیں ہوتا۔

وصال ماوصال اندر فراق است

کشوداِیں گرہ غیر از نظر نیست

گہر گم گشتہ ، آغوشِ دریاست

و لیکن آب بحر آب گہر نیست

ایک اور مقام پر مقامات وصال اور وصال کو مقامات جدائی میں سے قرار دیتے ہوئے بتاتے ہیں انسانی خودی جو نور حق سے روشن ہے اس کی تمام تر رسائیاں نارسائی کے دم سے ہیں۔

خودی روشن ز نورِ کبریائی است

رسائی ہائے او از نارسائی است

جدائی از مقامات وصالش

وصالش از مقامات جدائی است

Marfat.com
Marfat.com

زندگی میں ہنگامہ ہائے آرزو و شوق فراق ہی سے دم قدم سے ہیں۔ اس لئے صاحبِ فقر کے لئے فراق یار بصال غیر سے خوشتر ہے۔

اے کہ نزدیک تر از جانی و پنہاں ز نگہ
ہجر تو خوشتر آید ز وصال دگراں

اقبال کی ہجر و فراق پسندی کا یہ عالم تھا کہ جب خواجہ حسن نظامی نے انہیں سر الوصال کا خطاب دیا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ میں سر الفراق کہلوانا زیادہ پسند کروں گا۔ اس فراق پسندی کا سبب یہ ہے کہ اقبال درد و سوز، آرزو اور ذوق شوق ہی کو زندگی کی حقیقت سمجھتے ہیں اور سوز و ساز و ذوق و شوق کے اس قدر متوالے ہیں کہ اس خاکدان ارضی کو اپنے لئے فردوس بریں سے خوشتر قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ مقام ذوق شوق ہے یہ حریم سوز و ساز ہے۔

مرا ایں خاکدان من ز فردوس بریں خوشتر
مقام ذوق و شوق است ایں حریم سوز و ساز است ایں

اقبال کے نزدیک سوز حیات حقیقت ایمان سے مترادف ہے۔ یہ درد و سوز اور جذب و شوق حضرت انسان کا طرۂ امتیاز ہے اور یہی وہ نادر وصف ہے جو انسان کو فرشتوں پر فضیلت عطا کرتا ہے۔

نہ کر تقلید اے جبریل میرے جذب و مستی کی
تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولی

اقبال ارمغان حجاز کی دو رباعیوں میں حضور حق اس طرح عرض کرتے ہیں۔ اے خدا تیرے لئے وہ کشمکش جو طلب و آرزو میں پوشیدہ ہوتی ہے نہیں ہے تو درد و داغ اور تب و تاب سے بے نیاز ہے میں اس لئے لامکاں سے بھاگ آیا ہوں کہ وہاں نالہ ہائے نیم شب نہیں ہے۔ وہاں ہجر و فراق کی لذتیں نہیں ہیں۔ وہاں درد و داغ سوز و تب نہیں ہے۔

ترا ایں کشمکش اندر طلب نیست
ترا ایں درد و داغ و تاب و تب نیست
ازاں از لامکاں بگریختم من
کہ آنجا نالہ ہائے نیم شب نیست

دوسری رباعی میں یوں گویا ہوتے ہیں کہ جبریل میں اس جہان شوق کی بادہ سے نا واقف ہے یہ وہ مقام جستجو ہے جہاں وہ نہیں پہنچ پاتا۔ اپنے اس بندہ بیچارے سے پوچھ جس نے جام شوق چکھا ہے اور جو شوقِ آرزو سے سرمست ہو رہا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

نداند جبرائیل ایں ہاؤ ہو را
کہ نشناسد مقام جستجو را
پرس از بندۂ بیچارۂ خویش
کہ داند نیش و نوشِ آرزو را

فقر اسی سوز و درد و داغ و آرزو سے عبارت ہے۔ اہل فقر سراپا درد و سوز ہوتا ہے۔ فقر کی آبرو گرمی آرزو میں ہے۔ فقر کی آبرو اپنے ہی خون میں تڑپنے تپنے اور جلنے میں ہے۔

فقر سوز و درد و داغ و آرزوست
فقر را درخوں تپیدن آبروست

اسی لئے اہل فقر کا عقیدہ و ایمان ہے

امتحان پاک مرداں از بلاست
تشنگاں را تشنہ تر کردن رواست

الغرض فقر ذوق و شوق اور تسلیم و رضا کا نام ہے۔ ہم اس دولت فقر کے امین ہیں اور یہ ہمارے آقا و مولا حضور پرنور سید عالم ﷺ کی وہ متاع عظیم ہے جس پر انہیں فخر ہے۔

فقر ذوق و شوق تسلیم و رضا ست
ما امینیم ایں متاع مصطفیٰ ست

خاصان خدا کا امتحان بلاؤں سے ہوتا ہے اور راہ محبت میں پیاسوں کو تشنہ تر کرنا ہی روا ہے۔ یہ وہ راہ ہے جو سراسر خارزار ہے اور اس راہ پر چلنے والے راہ رو برہنہ پا ہیں۔ انہیں اپنی منزل تک پہنچنے کے لئے رضا سے سواری طلب کرنا ہوگی۔

راہ رواں برہنہ پا راہ تمام خارزار
تا بہ مقام خود رسی راحلہ از رضا طلب

Marfat.com
Marfat.com

فقر و شاہینی

تو مرغ سرائی خورش از خاک بجوئی
ما در صدد دانہ با انجم زدہ منقار

شاہین کے ساتھ اقبال کے خصوصی انس اور تعلق خاطر کا سبب یہ ہے کہ اس پرندے میں فقر غیور کی خصوصیت پائی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ شاہین خوددار اور غیرت مند ہوتا ہے۔ دوسروں کا مارا ہوا شکار نہیں کھاتا آشیاں سے بے نیاز ہوتا ہے۔ بلند پرواز اور تیز نگاہ ہوتا ہے۔ خلوت پسند و خلوت نشیں ہوتا ہے۔

اقبال نے اپنی ایک نظم شاہین۔ میں ان جملہ خوبیوں کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ بیان کیا ہے۔

کیا میں نے اس خاکداں سے کنارا
جہاں رزق کا نام ہے آب و دانہ
بیاباں کی خلوت خوش آتی ہے مجھ کو
ازل سے ہے فطرت مری راہبانہ
حمام و کبوتر کا بھوکا نہیں میں
کہ ہے زندگی باز کی زاہدانہ
جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا
لہو گرم رکھنے کا ہے اک بہانہ
یہ پورب یہ پچھم چکوروں کی دنیا
مرا نیلگوں آسماں بیکرانہ
پرندوں کی دنیا کا درویش ہوں میں
کہ شاہیں بناتا نہیں آشیانہ

اقبال کو بیاباں کی خلوتوں کو محل تربیت خودی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں۔ یہاں کھلی فضاؤں میں [illegible] حریت کا احساس قوی ہوتا ہے۔ کھلی فضاؤں میں پروان چڑھنے والوں کی [illegible] شہروں کی گھٹن اور تنگ و تاریک ماحول میں پلنے والوں کی ہمت پست یا [illegible] ہو جاتی ہیں ایسے ماحول میں [illegible] طرف حسن فطرت آشکار ہوتا انسان فطرت سے قریب ہو [illegible] خالق کائنات کا قرب حاصل کر لیتا ہے۔ [illegible] خالق عظیم کی قدرت و عظمت کا نقش دل پر ثبت ہوتا ہے۔ [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

مدرسے نے تری آنکھوں سے چھپایا جسکو
خلوتِ کوہ و بیاباں میں وہ اسرار ہیں فاش

کھلی فضاؤں میں ایک تو انسان حسنِ فطرت اور ماحول کی تروتازگی سے فیض یاب ہوتا ہے دوسرا دشت و صحرا کی پہنائیاں شہروں کی طرح ایک ایک انچ زمین پر ملکیت غیر کی پابندیوں اور حدود و قیود سے آزاد ہوتی ہیں اس لئے اقبال بیاباں کی خلوتوں کو شہر کی رونقوں پر ترجیح دیتے ہیں۔

ہو ترے بیاباں کی ہوا تجھ کو گوارا
اس خاک سے بہتر ہے نہ ولی نہ نجارا
جس سمت میں چاہے صفتِ سیل رواں چل
وادی یہ ہماری ہے یہ صحرا بھی ہمارا

بال جبریل میں ''محراب گل افغان کے افکار'' کے باب میں بندہ صحرائی اور مرد کہستانی کی تعریف اسطرح کرتے ہیں۔

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندہ صحرائی یا مرد کہستانی
دنیا میں محاسب ہے تہذیب فسوں گر کا
ہے اس کی فقیری میں سرمایہ سلطانی
یہ حسن و لطافت کیوں یہ قوت و شوکت کیوں
بلبل چمنستانی شہباز بیابانی

اقبال کہسار کی خلوت کو بجائے تعلیم خود آگاہی قرار دیتے ہیں۔

کہسار کی خوت ہے تعلیم خود آگاہی

شاہین بھی اپنے درویشانہ مزاج کی وجہ سے بیاباں کی خلوتوں میں خوش رہتا ہے اور کھلی فضاؤں میں آزادیوں کے ساتھ مائل پرواز ہوتا ہے۔

شاہین کی عالی ہمتی اور بلند پروازی ضرب المثل ہے۔

شاہین کبھی پرواز سے تھک کر نہیں گرتا
پر دم ہے اگر تو تو نہیں خطرۂ افتاد

پیام مشرق کی ایک نظم شاہین و ماہی'' میں اقبال نے ایک شاہین بچہ اور ماہی بچہ کے درمیان مکالمہ تحریر کیا

Marfat.com
Marfat.com

ہے۔ ماہی بچہ دریائی وسعتوں میں سیلابوں اور نہنگوں کے درمیان اپنی بقا کا دروانی پر اتراتا ہے تو شاہین بچہ اسے یہ بڑا جواب دیتا ہے کہ ہم شاہین ہو کر زمین کی پستیوں سے نیز کا صحراؤں کے قریب سے بال و پر سے پہنچتے ہیں۔

زد بانگ کہ شاہینم و کارم بہ زمین چیست
صحراست کہ دریاست تہ بال و پر ماست

شاہین آشیانہ نہیں بناتا کہ یہ بات اس کی مجاہدانہ زندگی کے خلاف ہے وہ اس جہاں میں درویشانہ زندگی بسر کرتا ہے شاہوں کے قصر و ایواں اس کی نگاہ میں پرکاہ کے برابر اہمیت نہیں رکھتے۔

گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہیں کے لئے ذلت ہے کار آشیاں بندی

سلاطین و ملوک کی دست آموزی سے شاہین اپنی صفات کھو دیتا ہے۔ اقبال کے نزدیک بادشاہوں کے بازو پر بیٹھنے والا سدھایا ہوا باز مرگھٹ پر بیٹھنے والے مردار خور کوے سے بھی بدتر ہے۔

زمیں گیر ایں کہ زاغ و خم بہتر
ازاں بازے کہ دست آموز شاہیست

غیرت و جرأت شاہین کے نمایاں اوصاف ہیں محض بلند پروازی اسکی شاہینی کا ثبوت نہیں ہے۔ یوں تو کرگس بھی بلند فضاؤں میں محو پرواز رہتا ہے مگر وہ شکار زندہ کی لذت سے محروم ہوتا ہے۔ اس میں شاہین کی جرأت، غیرت اور عقابی دل و نگاہ نہیں ہوتے اس لئے وہ محبت سے بیگانہ رہتا ہے۔

بلند بال تھا لیکن نہ تھا جسور و غیور
حکیم سر محبت سے بے نصیب رہا
پھرا فضاؤں میں کرگس اگرچہ شاہیں وار
شکار زندہ کی لذت سے بے نصیب رہا
نگاہ عشق دل زندہ کی تلاش میں ہے
شکار مردہ سزاوار شاہباز نہیں

شاہین عاشق فطرت ہوتا ہے اور اس کے مزاج میں ہوس کی فرمانی نہیں ہوتی۔

عشق طینت میں فرومایہ نہیں مثل ہوس
پر شہباز سے ممکن نہیں پرواز مگس

Marfat.com
Marfat.com

شاہیں کا تجسس اور اسکی نگاہِ تیز کارگہءِ حیات میں اس کی کامرانی کی ضامن ہوتی ہے۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جو بندہ مومن کا سرمایہ حیات ہیں۔

چیتے کا جگر چاہیے شاہیں کا تجسس
جی سکتے ہیں بے روشنی دانشِ افرنگ

جسطرح بندگانِ حق کو ہمیشہ ابتلا و آزمائش کا سامنا رہتا ہے اور پوری پامردی کے ساتھ قدم قدم پر بلاؤں کا مقابلہ کرتے ہوئے جادہ استقامت پر گامزن رہتے ہیں اسی طرح شہباز و شاہیں کے لئے بھی زندگی سراپا امتحان ہوتی ہے۔ زاغ و زغن کے بال و پر کو قید و بند کی سعادتیں کیسے میسر آتی ہیں یہ شرف صرف شاہیں کا مقدر ہے۔

شہپرِ زاغ و زغن در بندِ قید و صید نیست
ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند

اقبال بندہ حق کو اس کے مقام رفیع سے آگاہ کرتے ہیں اور اسکی قوتِ پرواز کا احساس دلاتے ہیں۔ وہ اسے بحر و بر کرتے ہیں کہ اے مسلماں کنج گلشن میں مرغان چمن کے ساتھ آرام و آسائش کی زندگی ترے شایانِ شان نہیں۔ ترے بازوؤں میں شہباز کی سی قوت پرواز ہے تجھے ان پستیوں سے بہت اونچا اڑنا ہے۔

میانِ شاخساراں صحبتِ مرغِ چمن کیسی
ترے بازو میں ہے پرواز شاہین قہستانی

صاحب فقر بندہ مومن اپنی بلند پروازی کے ذریعے شہباز کی طرح بحر و بر پر چھایا ہوا ہوتا ہے۔ اس کے سامنے مشرق و مغرب کی دوریاں کوئی معنی نہیں رکھتیں شاہین سخت کوشی اور بلند ہمتی کے سبب سرفراز ہوتا ہے، وہ سختی منزل کو اپنا سامان سفر سمجھتا ہے۔ وہ اس راز حقیقت سے آشنا ہوتا ہے کہ وہ سختی منزل کو اپنا سامان سفر سمجھتا ہے۔ وہ راز حقیقت سے آشنا ہوتا ہے کہ جذب خاک سے آزاد ہوئے بغیر لذتِ پرواز کا حصول ممکن نہیں اور زندگی فقط ذوق پرواز کا نام ہے حیات ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں

اقبال کی نظر میں صاحب فقر شاہینِ شہ لولاک ہے فرشتہ و حور اس کے صید زبوں ہیں۔

ترا جوہر ہے نوری پاک ہے تو
فروغِ دیدہ افلاک ہے تو
ترے صید زبوں فرشتہ و حور
کہ شاہینِ شہ لولاک ہے تو

اقبال کو شکایت ہے کہ غلامانہ طرز حیات نے بندہ مومن کی شاہینی صفات کو زائل کر دیا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

فیضِ فطرت نے تجھے دیدۂ شاہیں بخشا
جس میں رکھ دی ہے غلامی نے نگاہِ خفاش

یہی شکایت انہیں خداوندانِ مکتب سے بھی ہے۔ وہ ملت کے شاہین بچوں کو خاکبازی کا سبق دے رہے ہیں۔

شکایت ہے مجھے یا رب خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

شاہینی صفات وہی فقر کی ہیں

اس فقر سے آدمی میں پیدا اللہ کی شانِ بے نیازی
کنجشک و حمام کے لیے موت ہے اس کا مقامِ شاہبازی

اقبال شاہین کا راز فاش کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر ایک قطرہ خون اور ایک مشت پر رکھتا ہے۔ تو آ میں تجھے طریقِ شاہبازی سکھا دوں۔

اگر یک قطرۂ خوں داری اگر مشتِ پرے داری
بیا من با تو آموزم طریقِ شاہبازی را

Marfat.com
Marfat.com

اقبال ایک مردِ فقیر

پیغامبر خودی حکیم الامت حضرت علامہ اقبالؒ خود بھی بجا طور پر فقر و درویشی کے پیکر تھے۔ فقر و درویشی کی جو کیفیات ان کے کلام میں پائی جاتی ہیں وہ ان کے وارداتِ قلبی میں سے ہیں۔ اقبال کا فقیرانہ مزاج ایک تو ان کے گھریلو ماحول اور والدین کی تربیت کا نتیجہ ہے دوسرا ان کے مطالعہ قرآن اور مثنوی مولانا روم کے مطالعہ کا نتیجہ ہے جسے اقبال نے زبان پہلوی میں قرآن قرار دیا ہے۔

روئے خود بنمود پیر حق سرشت
کو بحرفِ پہلوی قرآں نوشت

اقبال کے والد محترم ایک سچے عاشق رسول اور صوفی باصفا تھے ان کی ابتدائی تربیت کا اقبال کے درویشانہ مزاج کی تشکیل میں بڑا اہم اور بنیادی کردار ہے۔

رموز بے خودی میں اقبال ''در معنی ایں کہ حسنِ سیرت ملیہ از تادب بآداب محمدیہ ''است'' کے عنوان کے تحت اپنے لڑکپن کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ ایک سائل ہمارے دروازے پر آیا اور مسلسل صدا لگانے لگا۔ مجھے اس کے اسطرح مسلسل صدا لگانے پر بہت غصہ آیا۔ میں نے غضب ناک ہو کر اس کے سر پر لکڑی دے ماری میرا عنفوانِ شباب تھا اور آغاز جوانی میں نوجوان کو نیک و بد کی تمیز کم ہوتی ہے۔

میری اس بدمزاجی پر مرے والدِ محترم بہت آزردہ ہوئے ان کا چہرہ زرد ہو گیا ان کے لبوں سے ایک آہِ جگر تاب نکلی اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر میری جان بدن میں لرزنے لگی۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا۔ کل جب روز حشر حضور سرور عالم ﷺ کی ساری امت آپ کے گرد جمع ہو گی۔ اس وقت اگر مجھ سے مرے آقا مولاؐ نے پوچھ لیا کہ حق نے ایک جوانِ مسلم تیرے سپرد کیا تھا۔ تو نے اسے میرے آداب کیوں نہ سکھائے تم سے ایک آسان سا کام بھی نہ ہو سکا کہ تو اسے تربیت کر کے انسان بناتا۔ پھر والد محترم نے مجھ سے فرمایا کہ اے فرزند ذرا امتِ خیر البشرؐ کے اس اجتماع کو یاد کر اور پھر میری اس سفید ریش کی طرف دیکھ اور مجھے امید و بیم سے لرزتا ہوا دیکھ۔

اے پسر! اپنے باپ پر یہ ناز یبا ستم نہ کر اسے اپنے مولا کے حضور رسوا نہ کر

پدر ایں جور نازیبا مکن
پیش مولا بندہ را رسوا مکن

اے فرزند تو شافعِ مصطفیؐ کا غنچہ ہے سیرتِ مصطفیؐ کی باد بہار کے جھونکوں سے کھل کر پھول بن جا اس بہار

Marfat.com
Marfat.com

باغ سے رنگ و بو حاصل کر حضور سید عالم ﷺ کے خلق عظیم سے اپنا حصہ لے۔

غنچہ از شاخسار مصطفیٰ
گل شو از باد بہار مصطفیٰ
از بہارش رنگ و بو باید گرفت
بہرۂ از خلق او باید گرفت

قرآن حکیم کی عظمت کا جو نقش اقبال کے قلب پر مرتسم تھا اور حکم قرآنی کا انہیں جس قدر پاس تھا اس کا اندازہ ایک واقعہ سے ہوتا ہے۔

یہ واقعہ اقبال کے بھتیجے جناب شیخ اعجاز احمد نے ۹ نومبر ۱۹۸۸ کو یوم اقبال کے موقع پر ایک ٹی وی پروگرام میں بیان کیا انہی کی زبانی سنیے۔

ہماری چھوٹی پھوپھی زینب کی شادی کے بعد چار سال تک کوئی اولاد نہ ہوئی تو ان کی ساس نے اپنے بیٹے کی دوسری شادی کر دی۔ اس پر پھوپھی میکے واپس آ گئیں اور ہمارے ساتھ رہنے لگیں کئی سال بعد جب ہمارے پھوپھا کی والدہ وفات ہو چکی تھیں انہوں نے کوشش کی کہ پھوپھی کو منا کر اپنے گھر لے جائیں چنانچہ کئی کوششوں کے بعد میاں جی (والد علامہ اقبال) سے یہ بات منوائی جب ہمارے پھوپھا اپنی برادری کے ساتھ اس مقصد کے لئے ہمارے ہاں آئے انہی دنوں علامہ اقبال چھٹیوں میں گھر آ گئے تھے انہیں اس معاملہ کی کوئی خبر نہ تھی۔ جب انہیں پتہ چلا کہ یہ لوگ ہماری پھوپھی یعنی اقبال کی ہمشیرہ صاحبہ کو منا کر لے جانے کے لئے آئے ہوئے ہیں تو وہ بہت برافروختہ ہوئے اور کہا یہ ناممکن ہے انہیں کہیے کہ یہاں سے چلے جائیں۔ میاں جی نے اقبال کو اس طرح غصے میں دیکھا تو فرمایا۔ اقبال قرآن کا تو یہ حکم ہے والصلح خیر اور تم اس صلح کی مخالفت کر رہے ہو۔ یہ سننا تھا کہ اقبال کا تمام غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اور وہ خاموش ہو گئے۔ کچھ تامل کے بعد میاں جی نے پوچھا اقبال تو پھر اس معاملہ میں کیا کیا جائے تو اقبال نے جواب دیا وہی جو قرآن کا حکم ہے۔ اقبال کو قرآن کا اتنا پاس تھا۔ اور اسی تعلق بالقرآن ہی کا فیضان تھا کہ اقبال دانائے راز بن گئے خود فرماتے ہیں کہ مجھے دیکھو ہندوستان میں تمہیں کوئی دوسرا دکھائی نہیں دے گا جو برہمن زادہ ہو کر رمز آشنائے روم و تبریز ہو۔

مرا بنگر کہ در ہندوستاں دیگر نمی بینی
برہمن زادۂ رمز آشنائے روم و تبریز است

دانائے راز علامہ اقبال صرف راز حیات سے آشنا ہی نہیں بلکہ اس متاع درد و سوز کے حامل اور امین تھے جسے وہ متاع زندگی سمجھتے ہیں۔ ان کا کلام اسی دل درد آشنا کی فغاں ہے جس کی نارسائی کا شکوہ نہیں کرتے

Marfat.com
Marfat.com

اور آج بھی ہے۔ روح اقبال زبانِ حال سے پکارتی ہے۔ مری متاعِ حقیقی دلِ دردآشنا ہے جسکی فغانِ نارسا ہی میرا نصیب ہے۔ میری خاک مرقد پر لالے کا پھول ہی خوشتر ہے کہ مری طرح تنہا و خاموش اور خونیں قبا ہے۔

متاع من دلِ درد آشنائے است
نصیب من فغانِ نارسائے است
بخاک مرقد من لالہ خوشتر
کہ ہم خاموش ہم خونیں قبائے است

اقبال کی شاعری اس کی قلندری اور آزادگی کا ترانہ ہے۔ فرماتے ہیں۔

خوش آگئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگرنہ شعر مرا کیا ہے شاعری کیا ہے

قلندری اور آزادی اقبال کے رگ و پے میں سمائی ہوئی نظر آتی ہے انہیں اپنی اس بے نیازانہ روش پر بجا طور پر ناز ہے۔

ان کی انہی فقیرانہ روش نے انہیں شاہان وقت سے بے نیاز رکھا

کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا بادشاہوں میں ہے تری بے نیازی کا
دلِ بے نیازے کہ در سینہ دارم
گدارا دہد شیوۂ پادشاہی
زآستانہ سلطاں کنارہ می گرم
نہ کافرم کہ پرستم خدائے بے توفیق

ان کا دل علم و خبیر غیر سے اس درجہ بے نیاز اور غیرت فقر کا حامل ہے کہ خدا سے اسکی خدائی کی زکوٰۃ بھی قبول نہیں کرتا۔

تھا یہ فرمانِ الٰہی کہ شکوہ پرویز
دو قلندر کو کہ ہیں اس میں ملوکانہ صفات
مجھ سے فرمایا لے اور شہنشاہی کر
حسنِ تدبیر سے دے آنی و فانی کو ثبات
میں تو اس بار امانت کو اٹھاتا سر دوش

Marfat.com
Marfat.com

[illegible] درویش میں ہے تیغ [illegible] بات

غیرتِ فقر مگر کر نہ سکی اس کو قبول

جب کہا اس نے یہ ہے میری خدائی کی زکوٰۃ

[illegible] کی عظمت [illegible] کے کلام میں شان کی قلندری کے سبب [illegible] ہیں۔

اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا

قلندری سے ہوا ہے تونگری سے نہیں

"گلشن راز جدید" کی تمہید میں اپنی قلبی کیفیتوں کا احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ میں نے [illegible] معنی سے نقاب کھینچی ہے اور ذرے کے ہاتھوں میں آفتاب رکھ دیا ہے۔ [illegible] سمجھنا کہ بے جو شراب مستی کی باتیں کرتے ہیں۔ میں نے جو کچھ [illegible] معرفت [illegible] اس سے زیادہ [illegible] نہیں دیکھیں گے جس نے مجھ پر شعر و سخن کی تہمت باندھی۔

من [illegible]

مرا [illegible] دیوانه [illegible] خوش [illegible]

کشودم [illegible] رخ معنی نقاب

بدست ذره [illegible] آفتاب

نه پنداری که من [illegible] مستم

مثال شاعران افسانه بستم

نه بینی خیر از آن مرد [illegible]

که بر من تهمت شعر و سخن بست

مجھے [illegible] ہے۔ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہے۔

[illegible]

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

نہ خاک من غبار رہگذارے
نہ درخاکم دل بے اختیارے
بجبریل امیں ہم داستانم
رقیب و قاصد درباں ندانم
مرا با فقر سامانِ کلیمؑ است
شہنشاہی جم زیر کلیمؑ است

اگر میں خاک ہوں تو ایسی خاک جو صحرا کی وسعتوں میں نہیں سما سکتی۔ اگر میں آب ہوں تو ایسا پانی کہ دریاؤں کی وسعتیں اس کی متحمل نہیں ہوسکتیں۔ اگر میں شیشہ ہوں تو ایسا کہ جس سے پتھر کا دل لرزتا ہے۔ افکار لامحدود اور لامتناہی ہیں۔ مرے افکار کی موج ساحل نا آشنا ہے۔

اگر حاکم بصحرائے نہ گنجم
اگر آبم بدر یائے نگنجم
دل سنگ از زجاج من بلرزد
یم افکارِ من ساحل نہ ورزد
دمے در خویشتن خلوت گزیدم
جانے لازوالے آفریدم

اقبال کو اپنے منصب فقر کا بجا طور پر احساس تھا۔ اور اس بات کی بھی فکر تھی کے ان کے بعد کوئی صاحب فقر، دانائے راز آتا ہے کہ نہیں۔ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں انہوں نے اس کیفیت کا اظہار تمنائی انداز میں اس طرح فرمایا۔

سرورِ رفتہ باز آید کہ ناید
نسیمے از حجاز آید کہ ناید
سر آمد روز گارے ایں فقیرے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

اقبال کو توقع تھی کہ ان کے جانے کے بعد آنے والی نسلیں ان کے اشعار کو پڑھیں گی۔ ان اسرار و معانی تک پہنچیں گی اور کہیں گی کہ ایک مرد خود آگاہ نے ہماری دنیا میں اپنے حیات آفریں پیغام سے انقلاب برپا کر دیا۔ مگر آنے والی نسلوں کو پیغام اقبال سے بیگانہ دیکھ دل خون ہوتا ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

پس از من شعر می خوانند و دریابند و میگویند
جہانے را دگرگوں کرد یک مرد خود آگاہے

وہ دانائے راز، مرد قلندر جس کا سرمایہ فقط دو حرف لا الٰہ تھا ہم سے یہ کہہ کر رخصت ہوئے۔

عمرہا در کعبہ و بتخانہ می نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

اور بزم عشق اب تک کسی دانائے راز کے لئے ترستی ہے۔

کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق
ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

Marfat.com
Marfat.com

فقر و تصوف

تصوف کے بارے میں بڑی گمراہی پھیلائی گئی اور اسے خلاف اسلام قرار دیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ اقبال کو بھی مخالف گردانا جانے لگا۔ فی الحقیقت یہ سب گمراہی اسلام دشمنوں کی پھیلائی ہوئی ہے۔ اور اس مسموم پروپیگنڈے سے وہی ذہن متاثر ہوئے جو تصوف اور تعلیمات تصوف سے بے بہرہ و جاہل اور حقیقت اسلام سے ناواقف ہیں۔

تصوف عین اسلام، روحِ اسلام ہے۔ تصوف اسلام کا حسن و جمال ہے۔ تصوف اسلام کا کمال ہے۔ تصوف الا للہ الدین الخالص (یاد رکھو اللہ کے لیے ہے دین خالص) کی تصدیق ہے تصوف اِلی ربک کدحا فملقیہ (الاشقاق ع) اپنے رب کی طرف خوب محنت کر پس تو ملنے والا ہے اسکے ساتھ) کی تفسیر ہے تصوف و تبتل الیہ تبتیلا (المزمل) (اور ہر طرف سے منقطع ہو کر اس کی طرف ہو جا) کی تعمیل ہے۔

اور الی ربک منتھٰھا (النزعات) (تیرے رب کی طرف ہے اسکی انتہا) کے مطابق رب تک پہنچنے کی راہ ہے فقر راہ تصوف ہی کی آخری منزل ہے اس لئے تصوف کا تعارف کرائے بغیر فقر کا بیان مکمل نہیں ہوگا۔ لفظ تصوف کے بارے میں متعدد آرا ہیں۔ اول یہ ہے کہ تصوف صوف سے مشتق ہے جو ایک طرح کا موٹا اونی کپڑا ہے۔ لباس صوف پہننے کا فعل تصوف ہے۔ صوفی صوف پہننے والے کو کہتے ہیں۔ صوف کا لباس فقر کی علامت ہے دنیا و مافیھا سے بے نیازی کی نشانی ہے۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ و تسلیم اور آپ کے صحابہ کرامؓ یہ لباس پہنتے تھے۔

حضور سید عالم ﷺ کا فرمان ہے۔ علیکم بلبس الصوف تجدون حلاوۃ الایمان فی قلوبکم (تم صوف کا لباس اختیار کرو اپنے دلوں میں حلاوت ایمان پاؤ گے"

تصوف کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ تصوف اصحاب صفہ سے نکلا ہے۔ صحابہ کرامؓ کی وہ جماعت جو حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں ہمیشہ رہا کرتی تھی۔

ان کی تعداد ۷۰ اور ۸۰ کے درمیان تھی۔ مسجد نبوی کے باہر ایک سایہ دار چبوترہ پر قیام رکھتے تھے۔ فقر و فاقہ پر قانع متوکلانہ زندگی گزارتے تھے۔ حضور سرور عالم ﷺ کی بارگاہ میں ہمہ وقت حاضر رہ کر علم دین حاصل کرتے۔ اخلاق حسنہ سیکھتے اور آفتاب نبوت سے اکتساب نور کرتے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ صوفی "صفا" سے مشتق ہے۔ تصوف صفائے قلب حاصل کرنے کا نام ہے۔

حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں۔ جو شخص خدا کے ساتھ دل صاف رکھے وہ صوفی ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

صاف شو باحق نہان و آشکار
صوفیان صاف را این است کار

تصوف کے بارے میں عظیم اصفیاء کی آراء ملاحظہ فرمایئے۔ حضرت معروف کرخی فرماتے ہیں: "حقائق و معرفت میں ان حقائق پر گفتگو کرنا اور خلائق کے پاس جو کچھ ہے اس سے بے نیاز ہو جانا تصوف ہے۔" حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں: "صوفی وہ ہے جس نے تمام کائنات میں سے اللہ تعالیٰ کو پسند کیا۔" اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں: "صوفی وہ ہے جس کا دل کدورت سے خالی اور تفکر سے پُر ہو اور قربِ خداوندی میں ماسوی اللہ سے منقطع ہو اور اس کی نگاہ میں خاک اور سونا برابر ہوں۔"

حضرت ابو محمد رتّی فرماتے ہیں: "درگاہِ الٰہی میں بے غم سر رکھنے کا نام تصوف ہے۔" حضرت ابوالحسن نوری فرماتے ہیں: "صوفی وہ لوگ ہیں جن کی روح بشریت کی کدورت سے آزاد ہو گئی ہو اور آفاتِ نفس سے پاک اور ہوس سے خالص ہو گئی ہو۔ یہ لوگ صف اول اور درجۂ اعلیٰ میں خدا سے قربت حاصل کئے ہوئے ہیں۔ صوفی ہو گئے ہیں اور وہ کسی چیز کے مالک ہوتے ہیں نہ مملوک۔" حضرت جنید بغدادی فرماتے ہیں: "تصوف معرفتِ حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہنے کا نام ہے۔ صوفی وہ ہے جو خلتِ ابراہیم علیہ السلام، تسلیمِ اسماعیل علیہ السلام، اندوہِ داؤد علیہ السلام، صبرِ ایوب علیہ السلام، شوقِ موسیٰ علیہ السلام اور اخلاص و اخلاقِ نبی کریم علیہ السلام کی تعلیم حاصل کرے۔" حضرت ابو محمد مرتعش فرماتے ہیں: "تصوف حسنِ خلق کا نام ہے۔"

یہ قول ہے الطرق الی اللہ بعدد النفس الخلائق۔ اللہ کی طرف راہیں مخلوقات کی سانسوں کی تعداد کے برابر ہیں اور اللہ تک پہنچنے کا راستہ تصوف ہے۔ اس کے لیے طریقت کی اصطلاح بھی استعمال ہوتی ہے۔ طریقت کے بارے میں اقبال فرماتے ہیں: "طریقت شریعت کو قلب و روح کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کا نام ہے گویا طریقت جانِ شریعت ہے۔ وہ شخص جو احکامِ الٰہی کو اپنے قلب و روح کی گہرائیوں میں محسوس کرنے کی سعی کرتا ہے وہی صوفی ہوتا ہے۔"

Marfat.com
Marfat.com

اصلِ تصوف

تصوف کی اصل احسان ہے جو سچی توجہ الی اللہ سے عبارت ہے۔
حضور سید عالم ﷺ نے احسان کی ان الفاظ میں تعریف فرمائی ہے۔

اَن تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یر اک

تو اللہ کی عبادت اسطرح کرے کہ تو اسے دیکھتا ہے پس اگر تو نہیں دیکھتا تو پس تحقیق وہ تجھکو دیکھتا ہے۔
اسلامی فقر کی رو سے جملہ ظاہری و باطنی کمالات کی اصل قلب کو ماسوی اللہ سے بے نیاز رکھنا اور اس جلیل اکبر کے علاوہ کسی کا گزر اپنی گزرگاہ دل سے نہ ہونے دینا ہے۔ جب محبوب حقیقی بندہ حق کے یہاں خانہ دل میں آباد ہو جاتا ہے تو اس کا سارا جلال و جمال قدرت و عظمت، خزائن و مدائن بندہ حق کے دل میں اتر آتا ہے۔ اور وہ اپنی ذات و صفات سے فنا ہو کر حق تعالیٰ کی ذات وصفات سے زندہ اور باقی ہو جاتا ہے۔ گویا تصوف اس زینے کا نام ہے کہ جس پر چڑھ کر انسان جملہ کمالاتِ صوری و معنوی کی معراج حاصل کر سکتا ہے اور اس دنیا میں اپنی مقصد حیات کما حقہ پورا کر سکتا ہے۔

تصوف علم و عمل و احسان سے عبارت ہے:۔

علم کے بغیر عمل ناممکن ہے عمل کے بغیر علم بے سود اور علم و عمل دونوں احسان کے بغیر ناقص ہیں جب تک صدق توجہ اور اخلاص نیت نہ ہوگی عمل سے کوئی فائدہ نہ ہوگا جب تک عمل سود مند نہ ہوگا علم کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔ اس لئے علم و عمل کے ساتھ احسان کا تعلق جسم کے ساتھ جان کا تعلق ہے حضرت امام مالکؒ فرماتے ہیں۔

من تصوف ولم یتفقہ فقد تزندق و من تفقہ ولم یتصوف فقد تفسق ومن جمع بینھما فقد تحقق

جو صوفی بنا اور علم سے بے بہرہ رہا زندیق ہوا اور جس نے علم دین حاصل کیا مگر تصوف حاصل نہ کیا فاسق بنا اور جس نے دونوں کو حاصل کیا پس اس نے حق ادا کیا الغرض تصوف اسلام سے الگ کسی مذہب یا مکتب فکر کا نام نہیں بلکہ عین اسلام ہے۔ تصوف اسلام کی جان ہے۔ اسلام کا حسن و جمال ہے۔ اسلام کا کمال ہے۔ تصوف دین خالص کا نام ہے۔ یہ قرب الٰہی کے حصول کی تگ و دو اور ہر طرف سے کٹ کر اللہ ہی کا ہو رہنے کا نام ہے۔ تصوف ارتقائے انسانی کی آخری منزل تک پہنچنے کا راستہ ہے۔ تصوف حصولِ فقر کا ذریعہ ہے۔ تصوف سراپا فقر بننے کا طریقہ ہے، بلکہ تصوف فقر ہی کا دوسرا نام ہے۔

Marfat.com
Marfat.com

تصوف کے لوازمات

تصوف قد افلح من زکھا (الشمس) تحقیق فلاح پائی اس شخص نے جس نے تزکیہ نفس کیا اور وقد خاب من دسھا (اور جس نے اپنے نفس کو ...) نے مراد حاصل کرتا ہے۔

واما من خاف مقامه ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي الماوى (اور جو اس بات سے ڈرتا رہا کہ اسے اپنے رب کے حضور کھڑا ہونا ہے اور (اس خوف کے سبب) جس نے ہوائے نفس سے بچا رہا تحقیق اس کا ٹھکانہ جنت ہے) سے متاثر ہو کر ہوائے نفس کی گردن پر مجاہدوں کی چھری چلاتا ہے۔

يا يتها النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية فادخلي في عبادي وادخلي جنتي

(اے نفس مطمئنہ چل اپنے رب کی طرف تو اس سے خوش وہ تجھ سے خوش پس شامل ہو جا میرے خاص بندوں کے اور داخل ہو جا جنت میں) کی بشارت سے زخود رفتہ ہو کر آگے بڑھتا ہے۔

ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العلمين (الانعام)

(یقیناً میری نماز میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے) کا ... مرقع بن کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے

والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا (العنكبوت)

اور جن لوگوں نے کوشش کی ہماری راہ میں ہم ان کو اپنی راہ دکھا دیں گے۔

خیر کا وہ جوش جنون درویشی ہے۔ اقبال نے کہا کہ

خویشتن را غیر خود پنداشت است

سازد از خود پیکر اغیار را

یہاں غیر خود اور خود پیکر اغیار دو الفاظ قابل غور ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انائے مقید انائے مطلق کا غیر نہیں لیکن چونکہ وہ تعین کے پردے میں ہے اس لئے غیریت کا رنگ پیدا ہو گیا ہے۔ جب تک یہ پردہ قائم ہے انائے مقید اپنے آپ کو انائے مطلق نہیں سمجھتا اس لئے غیر سمجھا جاتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ انائے مطلق نے خود پیکر غیر اس لئے تراشا تاکہ کائنات کی رونق بڑھائے۔ اس محفل کی رونق لذت پیکار سے ... ہے۔ خدا نے بنی آدم کو پیدا کیا اور ان کی ترقی کے لیے تمام اسباب پیدا کر دیے ... اقبال ... خودی کی جو ... حقیقت میں ...

ہے کہ ایک گل سرسبد کے کھلنے کیلئے سینکڑوں گلستانوں کا خون ہوا۔ یعنی فطرت نے لاکھوں گلشن بنا کر بگاڑ ڈالے تب جا کر پھول میں یہ رعنائی اور دلکشی پیدا ہوئی۔ ایک بلبل کے نغمہ شیریں کی تخلیق میں لاکھوں برس تک بلبلیں پیدا ہوتی رہیں اور مرتی رہیں۔ انسان نے لاکھوں برس بولنے کی کوشش جاری رکھی، کروڑوں الفاظ کا خون کیا تب اسے ایک لفظ کو صحیح طور پر ادا کرنا آیا۔ یہ سب اس لیے کہ جمال معنوی کے اظہار میں اتمام وکمال کے لیے ہر شے تنازع للبقا میں مصروف پیکار ہے۔ اس تنازع کا نتیجہ بقائے اصلح کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے یعنی وہی اشیاء باقی رہ جاتی ہیں جو اصلح ہوتی ہیں۔

جن سے دوسروں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اس ارشاد ربانی کے مصداق کہ

وامّا ما ینفعُ الناس فیمکث فی الارض

''اور جو شے انسانوں کے لئے نفع رساں ہوتی ہے پس وہ زمیں میں قائم رہتی ہے۔ کائنات میں حصول مقصد کے لیے مسلسل جدوجہد کرنی پڑتی ہے بلکہ زندگی نام ہی جہد مسلسل کا ہے۔ کائنات میں ہر لمحہ ہر جا، ہر شکل میں انائے مطلق کے جلال و جمال کی جلوہ نمائی ہو رہی ہے۔ اللہ نور السموت والارض۔

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

کائنات کا ذرہ ذرہ حق تعالیٰ کی جلوہ گری کا مظہر ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھلا ایسا کیوں ہے انائے مطلق نے ایسا کیوں کیا؟ اقبال کہتے ہیں کہ ظہور و تجلی حق تعالیٰ کی ذات کا تقاضا ہیں۔ انائے مطلق اپنے آپ کو ظاہر کرنے کی خو ہے اور کائنات کے ذرے ذرے میں اسی کی قوت پنہاں ہے۔

وانمودن خویش راخوئے خودی است

خفتہ در ہر ذرہ نیر وئے خود ی است

انائے مطلق کی کارفرمائیوں کے اظہار کے بعد اقبال انائے مقید کی طرف آتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ انسانی خودی جس قدر مضبوط و مستحکم ہوگی اسی قدر اس میں انائے مطلق کا رنگ پیدا ہو جائے گا۔ جس طرح قطرہ اپنی خودی کے استحکام سے گوہر بن جاتا ہے، موج جب تک بحر کے کندھوں پر سوار رہتی ہے، موج کہلاتی ہے۔ اگر وہ سطح بحر سے سر نہ ابھارے تو اس کا وجود متحقق نہ ہوگا۔

ہستم اگر می روم گر نروم نیستم

پہاڑ اگر اپنی خودی کھو دے اور ذرات میں منتشر ہو جائے تو صحرا بن جائے اور سیل دریا کی تاب نہ لا سکے۔ الغرض جو شے جسقدر استوار و مضبوط ہوگی اسی قدر زندہ ہوگی استواری کے لئے پہلے اپنے ہونے کا احساس ضروری ہے اور یہی احساس جسقدر قوی تر ہوگا اسی قدر خودی مضبوط تر ہوگی۔ پس بقدر استواری زندگی است جب انسانی

Marfat.com
Marfat.com

[illegible]

Marfat.com
Marfat.com

شاہد مقصود زرا دیوانہ شو
طائف ایں شمع چوں پروانہ شو

کیونکہ جس دل میں خلش خار آرزو نہیں وہ دل رمق حیات سے عاری ہے۔

اگر زرمز حیات آگہی محو دیگر
دلے کہ از خلش خارِ آرزو پاک است

زوال بندہ مومن کا سبب بیان کرتے ہوئے اقبال فرماتے ہیں کہ ایک شب میں نے خدا کے حضور زار و قطار روتے ہوئے فریاد کی۔ خدایا مسلمان آج کیوں ذلیل وخوار ہیں، آواز آئی کیا تو نہیں جانتا کہ یہ نامراد قوم دل رکھتی ہے مگر دلدار نہیں رکھتی۔

شبے پیش خدا بگریستم زار
مسلماناں چرا زار ند و خوارند
ند آمد نمی دانی کہ ایں قوم
دلے دارند و محبوبے ندارند

ہمارے دشت روح کی تنگ دامانی اور محمل دل کی بے لیلائی نے ہماری بزم کو صاحب جنوں سے محروم کر رکھا ہے۔

قیس ماسودائی محمل نشد
درجنون عاشقی کامل نشد
قیس پیدا ہو تری محفل میں یہ ممکن نہیں
تنگ ہے صحرا ترا محمل ہے بے لیلیٰ ترا

مسلمانوں میں نماز روزہ قربانی حج جملہ اسلامی شعائر موجود ہیں لیکن ان کے دل آرزو سے خالی ہو چکے ہیں اس لیے وہ دنیا سے مٹ رہے ہیں۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

اقبال کے ہاں نیش آرزو کی بڑی اہمیت ہے۔ نیش آرزو کے بغیر نوش بادہ مقصد ممکن نہیں وہ بے نیشی آرزو کو مسلمانوں کے زوال کا سبب جانتے ہیں۔

Marfat.com
Marfat.com

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

خودی عشق و محبت سے استحکام حاصل کرتی ہے

محبت خودی کی استواری کا ذریعہ ہے [illegible]

[illegible]

[illegible]

از نگاہِ عشق خارا شق شود

عشقِ حق آخر سراپا حق شود

[illegible]

از محبت چوں خودی محکم شود

قوتش فرماں دہِ عالم شود

پنجۂ او پنجۂ حق می شود

ماہ از انگشتِ او شق می شود

در خصوماتِ جہاں داور شود

تاجِ دارا و سکندر شود

کلامِ اقبال میں عشق و محبت کے بارے میں [illegible]

Marfat.com
Marfat.com

قلب ونظر، رقصِ جاں، نورِ جاں، دیدِ جاں، جذبِ دردں تمام عشق کے مترادفات ہیں۔ اور یہ اصطلاحیں اقبال کو اپنے مرشد روحانی مولانا روم سے ملی ہیں۔

آدمی دیداست باقی پوست است
دیدآں باشد کے دید دوستاست

مولانا روم فرماتے ہیں کہ آدمی تو فقط دید ہے باقی تمام پوست ہے۔ فقط ایک جذبہ محبت آدمی کی اصل حقیقت ہے جو اس کی روح ہے۔ اور فی الحقیقت دیکھتا وہی ہے جو نگاہ عشق سے دیکھتا ہے۔ اس لئے

جملہ تن را درگزار اندر بہ سر
در نظر رو در نظر رو در نظر

اقبال مرشد رومی کی اتباع میں یوں گویا ہوتے ہیں۔

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

مرشد رومی نور جاں ہی کو انسان کی حقیقت قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میری ہستی کا راز میرے اندر پوشیدہ ہے لیکن ان ظاہری آنکھوں اور کانوں میں اسے جاننے کی صلاحیت نہیں کیونکہ وہ نور جان سے عاری ہیں اگرچہ بدن جان سے اور جان بدن سے مستور نہیں ہے مگر دیدِ جاں کا دستور ہی نہیں اس لئے کوئی زندگی کی حقیقت کو کیا سمجھے۔

سرِ من از نالہ من دور نیست
لیک چشم و گوش را آن نور نیست
تن زجان و جاں زتن مستور نیست
لیک کس را دید جاں دستور نیست

مرید ہندی کہتے ہیں۔

وہ شے کچھ اور ہے کہتے ہیں جان پاک جسے
یہ رنگ و نم یہ لہو آب دناں کی ہے بیشی

زندگی جذبہ عشق کے بغیر ایک خالی جام ہے محبوب کی طلب وآرزو اس جام میں شراب ناب کا اثر رکھتی ہے جو رفتار حیات کو تیز تر کر دیتی ہے۔ زندگی کو جہد مسلسل اور عمل تسخیر بنا دینا عشق کا کام ہے عشق وہ افسوں ہے جس سے تسخیر کائنات کے معجزے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ لیکن یہ طلب یہ لگن یہ آرزو کسطرح جنم لیتی ہے؟ اقبال کہتے

Marfat.com
Marfat.com

ہیں ۔ زندگی ایک شعاری ہے اس سے آرزو و شوق عبارت ہیں ۔ جو شے مطلوب ... ہے

شت طلب میں میری دلیل ہے ۔

... باشد خوب ... دلیل

... طلب ... دلیل

حسن پروردگار عشق ہے ۔ حسن خلق ہی آرزو ہے جلوۂ حسن محبوب دیکھنے میں آرزو ... ہوتا ہے ۔ اس

پیر ہن خوبی کا جلوۂ حسن تھا قرآن نے عبدہ کہہ کر پکارا ۔

اقبال بڑی خوبی سے عبد اور عبدہ میں فرق بیان کرتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ عبدہ تو اس خدا میں گم

رہتے ہیں اور یہ انتظار میں ... رہتا ہے ۔ وہ جمال لا فروز سب ... ہے تو مگر عبدہ ... ہے ۔ قدس میں

اس کا ... ہوتا ہے ۔ محبوب ازل اپنے قدسی مہمان کا منتظر ہے ۔ ... دونوں حال فرماتے ہیں ۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر

... انتظار ... منتظر

معراج کی شب یہ قدسی مہمان ، یہ عبدہ ، وہی ذات قدس اعظم ہے جس نے دنیا جہاں کی صفات کا ... اور

اوصاف حمیدہ سے نوازا ہے ۔ یہ اوصاف حمیدہ ایسے ہیں کہ ان کے پرتو ... مظہر ... ختم ... سے ... حسن

حسن خوبی وہ تمام اوصاف بدرجۂ اتم اکمال ختم ہوگئے ہیں

حسن یوسف ، دم عیسیٰ ، ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ان صفات حسنہ اور اوصاف حمیدہ و محمودہ میں سے ہر وصف باعث صد فخر و افتخار ہے مگر قربان جائیں اس

انسان کامل کے کہ وہ کہتا ہے الفقر فخری (فقر ہی پر مجھے فخر ہے)

بروز ... ممنون خواب ... حشر

تخت ... کسری زیر پائے ... امتش

اللھم صل علی محمد کما صلیت علی ابراہیم

بروح اعظم ... پاکش ... محمد

Marfat.com
Marfat.com

محمد اشفاق چغتائی عاشق رسول تھا۔ وہ میانوالی کا ایک ایسا سپوت تھا جس پر ہم میانوالی کے لوگ بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔ وہ میرا بہت بڑا عزیز اور پیار کرنے والا تھا۔ لیکن جب مجھے وزارت ملی تو اس نے میرا ساتھ چھوڑ دیا اور کہا کہ حضور! آپ سرمایہ داروں کی حکومت میں شامل ہو گئے ہیں۔ جب آپ حکومت سے علیحدہ ہو جائیں گے تو میں آپ کی خدمت میں پہنچ جاؤں گا۔

مولانا عبدالستار خان نیازی

Marfat.com
Marfat.com